توہین رسالت کی سزا موت

(تاریخ مذاہب اور قوانین اقوام کے تناظر میں۔ ایک تحقیقی جائزہ)

تیسری قسط

تحریر: عرفان خالد ڈھلوں۔ لیکچرار گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور

توہین رسالت اور غیر مسلم مجرم

اگر کوئی غیر مسلم اسلامی ریاست میں توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو اس کی کیا سزا ہوگی؟اس کی تفصیل میں جانے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ کتب فقہیہ میں غیر مسلم کے حوالے سے جو اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں وہ کیا ہیں؟چنانچہ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **اہل الذمہ/ذمی**: جو مفتوح ہو جانے کے بعد اسلامی ریاست میں رہیں اور جزیہ ادا کریں وہ اپنی جان ومال کے مالک ہوں گے ریاست کو ان میں تصرف کا حق نہیں ہے۔

۲ **اہل العھد/معاہد**: جو جنگ سے پہلے یا دوران جنگ مسلمانوں سے شرائط کے تحت معاہدہ کر لیں۔ ان کے ساتھ تمام معاملات معاہدہ کے مطابق طے ہوں گے۔

۳۔ **مستامن**: جنہیں اسلامی ریاست پناہ اور امن دے دے۔

عہد حاضر کی مسلمان ریاستوں میں بسنے والے غیر مسلموں کو ذمی اور معاہد وغیرہ کا نام نہیں دیا جاتا۔ بلکہ مسلمانوں کی طرح وہ بھی مسلمان ریاستوں کے شہری کہلاتے ہیں۔ جس طرح مسلم اکثریت حکومت کو ٹیکس ادا کرتی ہے اسی طرح غیر مسلم اقلیتیں بھی ٹیکس دیتی ہیں۔ ایک مسلمان ملک میں رہنے اور ان کی جان، مال اور عزت وغیرہ کی حفاظت کے لئے انہیں کوئی خاص ٹیکس ادا نہیں کرنا پڑتا۔ جو فقہی اصطلاح میں جزیہ کہلاتا ہے۔ بلکہ آج کل بعض صورتوں میں غیر مسلموں کو ایک مسلمان ریاست میں وہ اضافی حقوق بھی حاصل ہیں جو مسلمان اکثریت کو میسر نہیں مثلاً اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی صدارت میں ہونے والے وفاقی کابینہ کے اجلاس کے ایک فیصلہ کے مطابق پاکستان کی

غیر مسلم اقلیتوں کو دہرے ووٹ کا حق دیا گیا ہے (۳۴۷)

غیر مسلم ووٹر اپنے اپنے مذہب کے اقلیتی نمائندوں کے چناؤ کیلئے بھی ووٹ ڈال سکیں گے۔ اور مسلمان امیدواروں میں سے کسی کو ووٹ دینے کا حق بھی انہیں عطا کیا گیا ہے جبکہ مسلمان ووٹر صرف مسلمان امیدواروں کو ووٹ ڈال سکیں گے۔ غیر مسلم امیدواروں کے چناؤ میں انہیں ووٹ کا قانونی حق نہیں ہے۔

دور حاضر کے ریاستی قوانین کے تحت غیر مسلم اقلیتوں کو آج کل کی مسلم ریاستوں میں جو شہری حیثیت حاصل ہے وہ اس دور میں نہیں تھی جب فقہ اسلامی پروان چڑھی اور اس کی تدوین ہوئی تھی۔ لیکن "ذمی" "معاہد" اور "مستامن" وغیرہ کی اصطلاح کے تحت غیر مسلموں کے ارتکاب توہین رسالت سے متعلق فقہی کتب میں جو احکامات ملتے ہیں ان کا اطلاق آج کی غیر مسلم اقلیتوں پر ہوگا وہ تمام غیر مسلم جنہیں ایک اسلامی ریاست میں قانونی شہری حقوق حاصل ہیں وہ "ذمی" کی اصطلاح کے تحت آتے ہیں۔ اس کے علاوہ غیر مسلم وغیر ملکی سفارتی لوگ، سیاح اور تاجر "مستامن" کے زمرے میں آسکتے ہیں۔ غیر ملکی سفارت کار، سیاح اور تاجر جس ملک میں بھی جائیں انہیں وہاں کے قوانین کی پابندی کرنا پڑتی ہے۔

ایک غیر مسلم کے ارتکاب توہین رسالت پر اسے کیا سزا ملے گی۔ اس کے بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ تعزیر دی جائے گی کیونکہ وہ تو پہلے ہی مشرک ہے اور شرک بذات خود بہت بڑا گناہ ہے نبی کی توہین سے غیر مسلم نقض عہد نہیں کرتا (۳۴۸) اگر اسے شرک جیسے گناہ پر قتل نہیں کیا جاتا تو نبی پر سب وشتم کے جرم میں بھی غیر مسلم قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے تعزیری سزا دی جائے گی جو قتل کے علاوہ کچھ بھی ہو سکتی ہے۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک نبی ﷺ کی توہین کرنے والے اور آپ کو گالی دینے والے معاہد اور ذمی کو قتل کر دیا جائے گا (۳۴۹) اس لئے کہ اس جرم کا ارتکاب کرنے سے انہوں نے اسلامی ریاست کے ساتھ کئے گئے عہد کو توڑا ہے اور اسلامی ریاست کے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔

احناف کے دلائل

احناف کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان یہودیوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا جو اسلامی ریاست مدینہ میں رہتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کو "السلام علیکم" کہنے کی بجائے "السام علیکم" (تم پر موت ہو) کہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا اور کہا "السام علیک" نبی اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا وعلیک "یعنی "اور تم پر بھی" بعد میں آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم جانتے ہو اس نے کیا کہا ہے۔ اس نے کہا ہے "السام علیک "صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم اسے قتل نہ کردیں۔ آپ نے فرمایا:

"لااذا سلم علیکم اھل الکتاب فقولوا وعلیکم" (۳۵۰)

نہیں۔ جب اہل کتاب تمہیں سلام کہیں تو تم جواب میں وعلیکم "کہو

توہین رسالت میں غیر مسلم کو قتل نہ کرنے کے جواز میں دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ یہودی نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا "السام علیک "میں نے کہا" بلی وعلیکم السام واللعنۃ" یقیناً تم پر بھی موت ہو اور لعنت ہو۔ آپ نے فرمایا" یاعائشۃ ان اللہ رفیق یحب الرفق فی الامر کلہ "اے عائشہؓ اللہ تعالی رفیق (نرم) ہے اور ہر کام میں نرمی ہی پسند فرماتا ہے۔ میں نے کہا: آپ نے کیا سنا نہیں ہے انہوں نے کیا کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: قلت وعلیکم" تو کہہ اور تم پر بھی موت ہو (۳۵۱)

احناف ایک اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہودیہ عورت نے آپ کو زہر دیا۔ اسے پکڑ کر آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ جب اس سے زہر دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: کیا ہم اسے قتل نہ کردیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں (۳۵۲)

جمہور فقہاء کے دلائل

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ رحمھم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی ذمی اور معاہد نبی اکرم ﷺ پر سب و شتم کرے تو اسے قتل کردیا جائے۔ جمہور کے مؤقف کی تائید میں جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

عبدالرزاق کی کتاب "المصنف" میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت منقول ہے کہ ایک مشرک شخص نے نبی ﷺ کو گالی دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: من یکفینی عدوی؟ کون ہے جو میرے دشمن سے مجھے بچائے؟ حضرت زبیرؓ نے اس مشرک گستاخ رسول ﷺ کو قتل کردیا تھا(۳۵۳)

قبیلہ بنی نضیر کے یہودی کعب بن الاشرف کے بارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "من لی با بن الاشرف فقد اذانی" ابن الاشرف کے خلاف میری مدد کون کرے گا۔ اس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ کعب بن الاشرف بھی نبی ﷺ کے حکم سے قتل کردیا گیا(۳۵۴)

ابوعفک یہودی کو سالم بن عمیرؓ نے قتل کردیا تھا۔ اس کے قتل کا حکم اللہ کے نبی ﷺ نے دیا تھا۔ وہ لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی مخالفت پر اکساتا تھا اور شعر کہتا تھا(۳۵۵)

نبی اکرم ﷺ کے حکم سے ابورافع جس کا نام سلام بن ابی الحقیق تھا، کو قتل کیا گیا۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا اور آپ کے خلاف شرارتیں کرتا رہتا تھا(۳۵۶)

حضرت علیؓ نے ایک گستاخ رسول ﷺ یہودیہ کو قتل کردیا تھا(۳۵۷) ایک نابینا شخص نے نبی کی توہین کرنے پر اپنی لونڈی کا قتل کیا تھا(۳۵۸) حضرت عمر بن امیہ نے اپنی ایک مشرکہ بہن کو اسی جرم میں قتل کردیا تھا(۳۵۹) ان تمام واقعات میں نبی اکرم ﷺ نے مقتولین کا خون مباح قرار دیا اور انہیں قتل کرنے والوں کو کچھ نہیں کہا گیا۔

عہد رسالت کے بعد تعامل خلافت راشدہ اور آثار صحابہؓ سے ایسے واقعات واقوال بھی ملتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والے غیر مسلم کو سزائے موت ہی دی جائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول کے عہد میں ۱۱ھ کا واقعہ ہے کہ آپ کی خلافت کے ایک گورنر مہاجر بن امیہ کے سامنے گانے والی دو عورتوں کے مقدمات پیش ہوئے ایک نے رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس کی توہین کی اور گالیوں پر مبنی اشعار گائے تھے۔ مہاجر نے سزا کے طور پر اس کا ایک ہاتھ کٹوا دیا اور سامنے والے دو دانت تڑوا دیے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے مہاجر کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین میں گالی آمیز اشعار گانے والی عورت کو تم نے جو سزا دی ہے مجھے اس کا حال معلوم ہوا۔ اگر مجھے پہلے علم ہوتا تو تم کو اس کے قتل کا حکم دیتا کیونکہ حد انبیاء اور لوگوں

کی حدود کے مثل نہیں ہے۔ پس اگر کسی مسلمان سے یہ گستاخی سرزد ہو تو وہ مرتد ہے اور اگر ذمی اس کا ارتکاب کرے تو وہ باغی محارب ہے۔ اور جس عورت نے مسلمانوں کی ہجو میں اشعار گائے اس کے متعلق خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مہاجر کو لکھا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس کو ہاتھ کاٹنے اور دو دانت توڑنے کی سزا دی ہے۔ اگر وہ عورت مسلمان تھی تو اس کو تادیب اور تنبیہ کرنا کافی تھا۔ نہ کہ اس کے اعضاء کاٹنا۔ اور اگر ذمی تھی تو بخدا اس کے جس جرم سے تم نے اب تک درگزر کیا وہ اس سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔ اگر میں اس قسم کی باتوں پر تمہاری گرفت کروں تو ممکن ہے کہ کوئی ناگوار صورت پیش آجائے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ ایسا طرز عمل اختیار کرو جس سے امن رہے۔ کبھی کسی کو قطع ید کی سزا نہ دو کیونکہ یہ گناہ ہے اور اس سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ البتہ قصاص کی صورت میں اور بات ہے(۳۶۰)

حضرت عمر بن الخطابؓ خلیفہ راشد دوم ایک مرتبہ قسطنطین گئے جہاں مقامی باشندوں کے ساتھ ایک معاہدے کی شرائط طے کی گئیں۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے وہاں کے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ اپنے خطاب کے آغاز میں آپ نے حمد و ثنا بیان کی۔ اور فرمایا:

"الحمدللہ احمدہ واستعینہ من یهدہ اللہ فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له"

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔ میں اس کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں ۔ اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور اللہ جسے گمراہ کردے تو ایسے شخص کا کوئی ہادی نہیں ہے۔

ایک نبطی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو کیا کہتا ہے۔ اس نے اپنی بات کو دہرایا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا مجھے بتاؤ اس نے کیا کہا ہے۔ لوگوں نے کہا اس کا خیال ہے اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا:

"انالم نعطک الذی اعطیناک لتدخل علینافی دیننا"والذی نفسی بیده لئن عدت لا ضربن الذی فیه عتیک"(۳۶۱)

ہم نے تمہیں معاہدہ اس لئے نہیں دیا کہ تم ہمارے دین میں دخل اندازیاں کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم نے اپنی بات کو دہرایا تو میں تمہاری

گردن ماردوں گا۔

آپ کے اس حکم سے تمام صحابہ کرامؓ آگاہ ہوئے اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ گویا اس پر اجماع صحابہؓ ہوا کہ اگر کوئی غیر مسلم ایک اسلامی ریاست میں توہین رسالت کا ارتکاب کرے گا تو اس کی سزا موت ہوگی۔

احناف کے دلائل کا جواب

احناف نے غیر مسلم کو توہین رسالت کے جرم میں قتل کرنے کی بجائے تعزیر دینے کیلئے جن دلائل کو اختیار کیا ہے ان کا جواب یہ ہے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہود کو قتل نہ کرنے کے اقدام کے پس منظر میں مصلحت تالیف کار فرما تھی۔ مزید یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے یہود کا قول "السام علیک" (یعنی تم پر موت ہو) سنا تھا۔ اور جیسا کہ طحاوی نے کہا ہے کہ ان یہود کے خلاف کوئی شہادت نہیں تھی اور نہ ہی انہوں نے اقرار کیا۔ لہذا نبی اکرم ﷺ نے اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر ان یہودیوں کے قتل کا فیصلہ صادر نہ فرمایا (۳۶۲)

ابن حزمؒ اور طحاویؒ کا مؤقف ہے کہ یہود کا نبی اکرم ﷺ کو "السام علیک" کہنا گالی نہ تھا بلکہ اس جملہ میں موت کی دعا تھی اور موت تو ہر شخص کو آکر رہنی ہے اس سے کسی ذی روح کو مفر نہیں ہے (۳۶۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"کل نفس ذائقة الموت" (۳۶۴)

ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

مزید فرمایا:

انک میت وانهم میتون (۳۶۵)

(اے نبی) تمہیں بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"شفاء من کل داء الا السام" (۳۶۶)

ہر بیماری کی شفا ہے سوائے موت کے

یہودیہ عورت کا نبی اکرم ﷺ کو زہر ملا گوشت کھلانے کے جواب میں ابن حزم نے لکھا ہے کہ اگرچہ یہ واقعہ یوم خیبر کو پیش آیا تھا لیکن یہ واقعہ سورۃ البراۃ (التوبہ) کے نزول سے قبل کا تھا۔ اور یہی جواب یہود کے "السام علیک" کہنے والی دلیل کا ہے(۳۶۷) سورۃ البراۃ نے زہر ملابکری کا گوشت کھانے والی حدیث کو منسوخ کردیا ہے اسی طرح "السام علیک" والی حدیث بھی سورۃ البراۃ سے منسوخ ہو گئی ہے لہذا ان منسوخ احادیث کو دلیل اور بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

سورۃ البراء/التوبہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

برآءة من اللّٰہورسوله الى الذين عاهد تم من المشركين(۳۶۸)

اعلان براءت ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کیے تھے۔

آگے فرمایا:

وبشرالذين كفروا بعذاب اليم. الا الذين عاهد تم من المشركين ثم لم ينقصوكم شيئا ولم يظاهرواعليكم احدا فاتموا اليهم عهدهم الى مدتهم. ان اللّٰه يحب المتقين(۳۶۹)

اور(اے نبی) انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوشخبری سنادو۔ بجزان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدے کئے پھر انہوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدت معاہدہ تک وفا کرو۔ کیونکہ اللہ متقیوں کو ہی پسند کرتا ہے۔

آئندہ مسلمانوں کی غیر مسلموں کے ساتھ کیا پالیسی ہوگی۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے قرآن مجید بیان کرتا ہے:

فما استقاموالكم فاستقيموالهم(۳۷۰)

جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں تو تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو۔

سورۃ البراۃ ہی میں اللہ تعالی نے فرمایا:

وان نكثوا ايمانهم من بعد عهدهم وطعنوا فى دينكم فقاتلوائمة الكفر انهم لا ايمان لهم لعلهم ينتهون. الاتقاتلون قومانكثوا ايمانهم(۳۷۱)

اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر حملے شروع کر دیں تو کفر کے علمبرداروں سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں شائد کہ (پھر تلوار کے زور سے) وہ باز آئیں گے۔ کیا تم نہ لڑو گے ایسے لوگوں سے جو اپنے عہد توڑتے رہے ہیں۔
حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے:

"وایمامعاھد عاند فسب اللّٰہ اوسب احدامن الانبیاء أو جھربه فقد نقض العھد فاقتلوہ" (۳۷۲)

جس معاہد نے اللہ یا کسی نبی کو گالی دی تو اس نے معاہدہ توڑ دیا۔ پس اسے قتل کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک عیسائی راہب ان کے پاس سے گزرا۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ راہب اللہ کے نبی ﷺ کو گالی دیتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:

"لوسمعته لاقتله انا لم نعطھم الذمة الا علی ان لا یسبوا نبیناً" (۳۷۳)

اگر میں اسے یہ کہتے سن لیتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔ ہم نے ان (کی جان مال اور عزت کی حفاظت کا ذمہ اس شرط پر لیا ہے کہ وہ ہمارے نبی کو گالی نہیں دیں گے۔

حنفی فقہ کی مشہور کتاب "فتح القدیر" میں ابن الھمام نے لکھا ہے:

"اذا نقض الذمی العھد فھو بمنزلةالمرتد" (۳۷۴)

اگر کوئی ذمی (اسلامی ریاست کے ساتھ کیے ہوئے) عہد کو توڑ ڈالے تو وہ مرتد کے حکم میں ہو گا۔

شریعت اسلامی کے احکام کا شرعی طور پر مکلف ایک مسلمان ہے۔ غیر مسلم شرعاً اب اس بات کا پابند نہیں ہے کہ وہ اللہ کو ایک مانے، نماز ادا کرے، زکواۃ دے، روزہ رکھے، اور قرآن اور رسول ﷺ کی توقیر واطاعت کرے۔ لیکن اگر غیر مسلم ایک اسلامی ریاست میں رہتا ہے تو اس کا اسلامی ریاست کے ساتھ ایک معاہدہ ہوتا ہے جس کے تحت ریاست اس کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے جس کے عوض ریاست غیر مسلم سے جزیہ (ٹیکس) وصول کرتی ہے۔ اور دین اسلام کے منافی ہر قسم کی سرگرمیوں سے مکمل اجتناب کا وعدہ لیتی ہے۔ ان سے جبری فوجی خدمت بھی نہیں لی جاتی۔ جب تک غیر مسلم اس معاہدے کی پاسداری کرتے ہیں۔ ریاست ان کی جان، مال اور عزت کی

حفاظت کی ذمہ داری ہر حالت میں پوری کرے گی۔ انہیں اسلامی ریاست کے تمام قوانین کی طوعاً و کرھاً پابندی کرنا ہوگی۔ ان قوانین میں سے ایک یہ ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی توھین کے مرتکب کو موت کی سزا دی جائے گی۔ کوئی اسلامی ریاست کسی غیر مسلم کو دین اسلام کے شعائر اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ناموس کی قیمت کے عوض اپنا شہری نہیں بنا سکتی، نہ کسی قوم سے معاہدہ کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی کو امان اور پناہ دے سکتی ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ داخلہ اور خارجہ پالیسی بناتے وقت اسلامی ریاست کی حکومت کو یہ امر ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔

لہذا جمہور کی رائے لائق ترجیح ہے کہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اگر کوئی غیر مسلم توھین رسالت کا جرم کرتا ہے تو وہ نقض عہد کا مرتکب کرتا ہے۔ اس جرم کی سزا-------موت ہوگی۔ یہ سزا اسے اس کے کفر کی بنا پر نہیں بلکہ ریاستی قانون کو توڑنے اور نقض عہد پر دی جائے گی۔ نقض عہد کرنے پر وہ باغی محارب کے حکم میں داخل ہوگا اور قتل کر دیا جائے گا۔

غیر مسلم کا قبول اسلام

توھین رسالت کا مرتکب اگر دین اسلام کو قبول کر لے تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا اس کی توبہ دنیا میں بھی قبول ہوگی اور آخرت میں بھی(۳۷۵) قبول اسلام دور جہالت کی برائیوں کو محو کر دیتا ہے۔ عہد نبوی میں جن لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا ان سے عہد جاہلیت میں کئے گئے خلاف اسلام اقدامات کی باز پرس نہیں کی گئی۔

قرآن کریم میں ہے:

فان تابوا واقاموا الصلواۃ واتوا الزکواۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور رحیم(۳۷٦)

پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکواۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو۔ بے شک اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مزید فرمایا:

فان تابوا واقاموا الصلواۃ واتوا الزکواۃ فاخوانکم فی الدین(۳۷۷)

پس اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکواۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں

مجرم کا فرار

اگر توھین رسالت کا غیر مسلم یا مسلمان مجرم اسلامی ریاست سے فرار ہو جائے اور کسی غیر مسلم ملک میں جا کر چھپ جائے یا پناہ حاصل کر لے، تو اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ اپنے مجرم کو واپس لانے کیلئے تمام وسائل بروئے کار لائے، سفارتی سطح پر کوشش کرے۔ اگر دونوں ممالک کے مابین مجرموں کے تبادلے کا قانون ہے تو اس ---- پر عمل در آمد کرائے۔ اگر دونوں ملکوں کے درمیان ایسا کوئی قانون موجود نہیں ہے تو نیا معاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر دوسرا ملک اسلامی ریاست کے مجرم کو واپس کرنے سے انکار کرے یا ٹال مٹول سے کام لے تو اس پر بین الاقوامی برادری کا دباؤ ڈالا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس ملک کے ساتھ مختلف شعبوں میں باہمی تعلقات منقطع کر کے اسے مجرم واپس کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس ملک کے مقابلے میں اسلامی ریاست، افرادی، عسکری اور اقتصادی اعتبار سے کتنی زیادہ طاقتور ہے۔ کمزور قوموں کے احتجاج کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔

غیر اسلامی ریاست میں توھین رسالت کا ارتکاب

اگر کوئی غیر مسلم کسی غیر اسلامی ریاست میں توھین رسالت کا ارتکاب کرتا ہے تو وہاں کی مسلمان اقلیت پر لازم ہے کہ وہ ملکی قانون کے تحت مجرم کے خلاف جس قدر ہو سکے کاروائی کریں۔ ایسا مجرم کسی اسلامی ریاست کے دائرہ اختیار سے باہر ہے اور نہ ہی مجرم پر شریعت اسلامی کے قوانین کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ وہاں کی مسلم اقلیت یا کسی اسلامی ریاست پر بھی منحصر ہے کہ اس کی آواز و احتجاج کتنی ----- مؤثر ہے اور وہ غیر مسلم ریاست سے ایسے مجرم کے خلاف کس حد تک اقدام کرواسکتی ہے۔ مسلم اقلیت کو چاہیے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہ لیں۔ مسلم اقلیت اور غیر مسلم اکثریت کے درمیان غیر اسلامی ریاست میں شائد ایسا کوئی معاہدہ نہ ہو جس کے تحت ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام فرض ہو۔ اور اگر کوئی ایسا معاہدہ اور قانون موجود ہے تو پھر اس کے مطابق مجرم کے خلاف کاروائی کی جائے۔

مجرم پر نفاذ سزا کیلئے شرائط

توہین رسالت کے مرتکب کا جرم ثابت ہوجانے پر اسے سزائے موت دینے کیلئے مجرم میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایاجانا ضروری ہے۔ ان میں سے کسی ایک شرط کے فقدان سے مجرم پر سزائے موت ساقط ہوجائے گا۔

پہلی شرط: بلوغت مجرم کیلئے ضروری ہے کہ ارتکاب جرم کے وقت وہ بالغ ہو۔ نابالغ کو قتل نہیں کیاجائے گا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی فرمان نبوی ﷺ ہے:

رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصغير حتى يكبر. وعن المجنون حتى يعقل اويفيق(۳۷۸)

قلم اٹھالیا گیا ہے تین شخصوں سے(یعنی ان کے افعال واقوال حساب میں نہیں ہیں)ایک تو سونے والے سے یہاں تک کہ وہ جاگے۔ دوسرے نابالغ سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو۔ تیسرے دیوانے سے یہاں تک کہ وہ ہوش میں آئے۔

یہ حدیث حضرت علیؓ سے بھی روایت کی گئی ہے(۳۷۹)

نابالغ کا جرم ثابت ہوجائے گا لیکن اس کے بالغ ہونے تک سزا موقوف رکھی جائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہی فتوی ہے کہ صبی یعنی نابالغ کا ارتداد تسلیم کیا جائے گا لیکن بالغ ہونے تک اسے قتل نہیں کیاجائے گا(۳۸۰)

ابن قدامہؒ نے لکھا ہے کہ نابالغ کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس کی بلوغت پر تین ایام نہ گزرجائیں۔ اس کے بعد بھی اگر اس کا کفر ثابت رہے تو وہ قتل کردیاجائے گا۔(۳۸۱)

اگر کوئی نابالغ سب وشتم رسول اللہ ﷺ کا مرتکب ہوا اور بلوغت کے بعد توبہ کرلی یا اپنے اس جرم سے انکار کیا جو اس نے نابالغ عمر میں کیا تھا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا(۳۸۲)

دوسری شرط: عقل دوسری شرط یہ ہے کہ مجرم عاقل ہو۔ مجنون اور پاگل شخص کو قتل نہیں کیاجائے گا۔ کیونکہ ایسا شخص بھی فرمان رسول اللہ ﷺ کی رو سے مرفوع القلم ہے:

"وعن المجنون حتی یفیق" (۳۸۳)
مجنون مرفوع القلم ہے جب تک کہ وہ ہوش میں نہ آجائے۔

لیکن اگر کوئی شخص حالت نشہ میں اہانت رسول اللہ ﷺ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے لئے کوئی معافی نہیں ہے کیونکہ ایسے شخص کے بارے میں یہی باور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے دلی اعتقاد کی بنا پر ایسا کر رہا ہے اور وہ ہوش میں بھی ایسا ہی کرے گا۔ مزید یہ کہ حد شرعی نشے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ کیونکہ نشہ کی حالت اس کی خود اختیار کردہ ہے اور توہین رسالت کے مجرم کو قتل کرنا حد شرعی ہے (۳۸۴)

اگر مجرم یہ عذر تراشے کہ جہالت، لغزش زبان یا حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے اس سے گستاخی رسالت کا فعل سرزد ہوا ہے تو ایسا عذر لائق قبولیت نہیں کیونکہ گستاخیٔ رسالت کفر ہے اور کفر میں لاعلمی وجہالت، زبان کی لغزش یا حافظہ کی کمزوری وغیرہ کا لحاظ نہیں کیاجائے گا۔اور مجرم کو معذور تسلیم نہیں کیاجائے گا۔ (۳۸۵)

تیسری شرط: اختیار مجرم پر سزا کے نفاذ کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ اس نے اپنی مرضی واختیار سے جرم کیا ہو۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ جبرو اکراہ کے تحت مجرم سے ارتکاب فعل ہوا ہے تو وہ اس فعل کا ذمہ دار نہیں۔ جبرو اکراہ کی حالت میں ہونے والے قول وفعل کی کوئی حیثیت نہیں۔

صحابیٔ رسول حضرت عمار بن یاسرؓ کو مشرکین نے پکڑلیااور آپ کو اذیتیں دینا شروع کردیں۔ انہوں نے حضرت عمارؓ کو کہا کہ وہ ان پر عذاب وتکلیف کا عمل جاری رکھیں گے جب تک حضرت عمارؓ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کفریہ جملے ادا نہ کریں۔ لہذا آپ نے بادل نخواستہ اور جبرواکراہ کے تحت مشرکین کے ارادوں کی موافقت کی۔ رہا ہونے کے بعد صحابیٔ رسول حضرت عمارؓ نے نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ دیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کیف تجد قلبک؟ تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا: مطمئناً بالایمان میرا دل ایمان سے مطمئن ہے

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ان عادوا فعد (۳۸۶) اگر وہ لوٹ آئیں تو پھر تم بھی لوٹنا۔

اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی:

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم (۳۸۷)

جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کرلیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے لوگوں کیلئے بڑا عذاب ہے۔

محمد بن سحنون نے ایک شخص کے بارے میں فتوی دیا تھا جو دشمنوں کی قید میں تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو گالی دی تھی۔ فتوی میں کہا گیا تھا کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ اس شخص سے جبرو اکراہ کے ساتھ گالی دلوائی گئی تھی تو اس پر قتل کا حکم نہیں ہوگا۔ (۳۸۸)

امام شافعیؒ کے نزدیک دشمن کی محض قید ہی اکراہ ہے۔ یہ ضروری نہیں مجبور شخص پر ظلم وتشدد بھی کیا گیا ہو۔ ان کا قول ہے:

"وان قامت بینۃعلی رجل انہ تلفظ بکلمۃ الکفر وھو محبوس او مقید ولم یقم البینۃ انہ اکرہ علی التلفظ بذلک لم یحکم بکفرہ لان القید والحبس اکراہ فی الظاھر" (۳۸۹)

اگر کسی شخص کے خلاف یہ شہادت ہو کہ اس نے قید کی حالت میں یا جب وہ محبوس تھا، کفریہ جملہ کہا اور اس بات کا ثبوت نہ ہو کہ یہ کفریہ جملہ ادا کرنے کے لئے اس پر جبر کیا گیا تھا تو اس کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ حبس اور قید ظاہر میں اکراہ ہی ہیں۔

چوتھی شرط : ارادۂ مجرمانہ توہین رسالت کا جرم ثابت ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ملزم کے اقدام توہین میں اس کا ارادۂ مجرمانہ اور نیت بد پائی جائے۔ فاعل کی نیت بد ہی اسے اپنے فعل کا ذمہ دار بناتی ہے۔ اگر کسی شخص پر اس کے قول یا فعل وغیرہ سے اہانت رسول ﷺ کا الزام ہے تو ملزم کو اپنی صفائی اور دفاع کا موقع ملنا چاہیے۔ کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ ملزم کا ارادۂ بد ثابت نہ ہو، ملزم کا اقدام نا دانستہ ہو یا اس کی نیت نبی اکرم ﷺ کی اہانت کرنا ہر گز نہ ہو۔ ایسی صورت میں اسے توہین رسالت کا مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ملزم کو ہر حالت میں ذاتی دفاع اور صفائی کا موقعہ ملنا چاہیے۔ خواہ اس پر واضح الفاظ میں نبی ﷺ کی توہین کا الزام ہو یا غیر واضح الفاظ میں۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ جرم کے

اثبات میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے اور بے گناہ سزا سے بچ رہے۔ ایک بے گناہ کو سزا ملنے سے بہتر ہے کہ کوئی گناہ گار چھوٹ جائے۔ شریعت اسلامی کسی بھی شخص کو نادانستہ کئے گئے اقدام کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتی۔ وہ اسے صرف اسی فعل کی جزا و سزا کا مستوجب قرار دیتی ہے جس میں اس کی نیت و ارادہ شامل ہو۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"ولیس علیکم جناح فیمااخطاتم به ولکن ماتعمدت قلوبکم وکان اللهغفورا رحیما (۳۸۹.A)

نادانستہ بات جو تم کہو اس کے لئے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اس بات پر ضرور گرفت ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔ اللہ در گزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"انما الاعمال بالنیات وانمالکل امری مانوی. فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او الی امرة ینکحها فهجرته الی ماهاجرالیه" (۳۸۹.B)

اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں۔ ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ چنانچہ جس کی ہجرت دنیا کیلئے ہوگی تاکہ وہ اسے ملے یا کسی عورت کیلئے ہوگی تاکہ وہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی چیز کیلئے ہوگی جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔

عہد نبوی کا ایک واقعہ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص تھا جس کا گھر مدینہ کے سب گھروں سے مسجد نبوی سے دور تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے اور ان کی کوئی جماعت فوت نہ ہوتی ہم لوگوں کو ان پر ترس آیا اور میں نے ان سے کہا کہ کاش تم ایک گدھا خرید لو کہ تمہیں گرمی سے اور راستے کے کیڑے مکوڑوں سے بچائے۔ انہوں نے جواب دیا:

ام واللهما احب ان بیتی مطنب ببیت محمدصلی اللهعلیه وسلم

سنو! قسم ہے اللہ کی کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا گھر محمد ﷺ کے گھر سے متصل ہو۔

مجھے ان کی یہ بات بہت بار اور گراں گزری اور میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو بتلایا۔ آپ ﷺ نے ان کو بلایا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے بھی وہی کہا جو مجھ سے کہا تھا اور کہا کہ میں اپنے قدموں کا اجر چاہتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ان لک ما احتسبت(۳۸۹.C)

بے شک تمہارے لئے وہی اجر ہے جس کے تم امیدوار ہو۔

پانچویں شرط: غیر مبہم اور واضح توھین نبی ﷺ کی توھین پر مشتمل الفاظ یا اشارے غیر مبہم اور واضح ہونے چاہیں۔ اگر کسی شخص کی زبان سے مبہم اور غیر واضح الفاظ میں پیغمبر اسلام کے لئے توھین آمیز جملے ادا ہوتے ہیں یا کوئی تحریر ملتی ہے جو معنی اور مفہوم میں غیر واضح ہو یا گول مول بات ہو یا اس بات میں کئی اشکال پائے جاتے ہوں، اس سے نبی کی ذات بھی مراد ہو سکتی ہو اور کوئی دوسرا شخص بھی مراد لیا جاسکتا ہو تو ایسی صورت میں شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ لہذا ایسے کلام یا تحریر کے مالک کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسے تعزیر دی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

ادفعوا الحدود ما وجدتم له مدفعاً(۳۹۰)

تم دور کرو حدود کو جہاں تک تم اسے دور کرنے کا کوئی طریقہ پاؤ۔

اس حدیث کی روشنی میں ایک قاعدہ فقہیہ ہے:

"الحدود تدرء بالشبہات"(۳۹۰.A)

حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں

لیکن اگر قرائن سے یہ ثابت ہو جائے کہ قائل نے غیر واضح اور مبہم بات قصداً کی ہے اور وہ توھین آمیز کلام میں نبی کی ذات کو بھی شامل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر اس کے قتل کا حکم نافذ کیا جائے گا۔

قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ ابوالحسن قابسی نے ایسے شخص کے قتل کے حکم میں توقف کیا ہے جو یہ کہے کہ ہر سرائے کا مالک دیوث ہوتا ہے چاہے وہ نبی مرسل ہی کیوں نہ ہو۔ ابوالحسن قابسی نے اسے قید کرنے اور اس پر سختی کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کے الفاظ کی مراد معلوم ہوسکے کہ آیا "دیوث" سے اس کی مراد موجودہ دور کے مالکان سرائے ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ قابسی کے دور میں تو کوئی نبی نہ تھا۔ اس صورت میں اس شخص کے قول میں اتنی شدت نہیں ہوگی۔ قابسی کہتے ہیں کہ اس کے ظاہر الفاظ تمام اگلے پچھلے دیوثوں کے

بارے میں ہیں اور گزشتہ ادوار میں انبیاء کرام بھی ہو گزرے ہیں جنہوں نے بھی روپیہ پیسہ کمایا۔ لیکن مسلمان کی جان لینے میں بغیر کسی ---------- واضح ثبوت کے سبقت نہیں کرنی چاہیے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ تاویل کی جائے۔ اس میں اچھی طرح غور وفکر کرنے کے بعد فیصلہ ہو (۳۹۱)

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ ------ جاہل لوگ بعض اوقات کہتے ہیں:

اے ایک ہزار خنزیر کی اولاد یا اے ایک سو کتوں کے بیٹے۔ اگر دیکھا جائے تو اس کے آباء واجداد میں انبیاء بھی ہیں اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچ سکتا ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ ایسی بات کہنے والے کو سخت تنبیہ کی جائے اور اس پر اس کی جہالت واضح کی جائے۔ اگر یہ پتہ چلے کہ قائل اس کے آباء اجداد کو گالی دینے میں قصداً انبیاء کو بھی شامل کرنا چاہتا تھا تو اسے قتل کردیا جائے گا (۳۹۲)

"الشفاء" میں ہے کہ اگر کسی شخص نے ایسے گواہ کو جس نے اس کے خلاف گواہی دی پھر اس سے کہا "کیا تو مجھے تہمت لگاتا ہے" اور وہ جواب میں کہے: نبیوں پر بھی تہمت لگائی گئی ہے۔ تمہاری کیا اوقات ہے"

ابواسحاق بن جعفرؒ کا فتوی ہے کہ ایسے شخص کو قتل کردیا جائے

قاضی ابومحمد بن منصورؒ ایسے شخص کے قتل میں توقف کرتے تھے کیونکہ ان الفاظ میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ قائل نے اس بات کی خبر دی ہو کہ کفار انبیاء پر تہمتیں لگایا کرتے تھے۔

قرطبہ کے قاضی ابوعبیداللہ بن الحجاج کا بھی یہی فتوی تھا (۳۹۳)

اندلس کے قاضی ابومحمد بن منصور سے اس شخص کے بارے میں فتوی دریافت کیا گیا جسے کسی نے عیب لگایا تھا۔ اور اس نے اس کے جواب میں کہا "تو مجھ پر عیب لگاتا ہے۔ میں انسان ہوں اور انسانوں میں تو نقص ہوا ہی کرتا ہے حتی کہ نبی بھی اس سے مبرا نہ تھے" (العیاذ باللہ)

قاضی ابومحمد منصورؒ نے فتوی دیا کہ ایسے شخص کو طویل قید میں رکھا جائے اور سزا دی جائے اس لئے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے کا ارادہ نہیں کیا (۳۹۴)

تشبیہ: ایک مسئلہ تشبیہ دینے کا ہے۔ کوئی شخص اپنے کلام میں کسی کو نبی اکرم ﷺ سے تشبیہ دے دیتا ہے۔ اس سے اللہ کے پیغمبر کی توقیر وعزت پر حرف آتا ہے۔ غیر نبی کو عزت اور فضیلت میں نبی کا شریک کرلیا جاتا ہے۔

مشہور شاعر "معریٰ" نے کہا ہے

لولا انقطاع الوحی بعد محمد　　قلنا محمد عن ابیه بدیل
ہو میله فی الفضل الانه　　شاعر لم یاته برسالة جبریل (۳۹۵)

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ محمد (شاعر کا ممدوح) اپنے باپ (حضرت محمد ﷺ) کا بدل ہے وہ ممدوح فضیلت میں (حضرت محمد ﷺ) کے برابر ہے گو کہ اس کے پاس جبریل رسالت لے کر نہیں آئے۔ (العیاذ باللہ)

پہلا شعر سخت بد تمیزی پر مشتمل ہے۔ شاعر نے غیر نبی کو نبی کی فضیلت میں شریک کیا۔ دوسرے شعر میں شاعر کا ممدوح نبی کے برابر ہے۔ صرف نبوت ملنے میں پیچھے رہ گیا۔ نبوت ملنے یا نہ ملنے سے فرق نہیں پڑتا اگرچہ شاعر کے ممدوح کو نبوت نہیں ملی اس کے باوجود وہ صاحب فضیلت ہے۔

اندلس کے ایک شاعر حسان مصیصی نے محمد بن عباد المعروف بہ معتمد اور اس کے وزیر ابو بکر بن زیدون کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے:

کان ابابکر ابوبکر الرضا　　وحسان حسان وانت محمد (۳۹۶)

ترجمہ: گویا کہ تیرا وزیر ابو بکر ابو بکر رضا یعنی ابو بکر صدیقؓ ہے اور حسان (یعنی شاعر) حسان بن ثابت (مداح رسول ﷺ) ہے اور تو محمد ہے۔ (العیاذ باللہ)

شاعروں کا اپنے ممدوح کو نبی ﷺ سے تشبیہ دینے کے بارے میں قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ میں نہیں کہتا کہ یہ کلام سب النبی ﷺ کے ضمن میں آتا ہے۔ نہ میں یہ کہتا ہوں کہ قائل نے قصداً تنقیص و توقیر کا ارتکاب کیا ہے۔ تاہم یہ ضرور کہا جائے گا کہ شاعروں نے نبوت کی توقیر نہیں کی۔ شاعروں نے انعام کے لالچ میں اپنے ممدوحوں کو جس سے چاہا تشبیہ دے دی۔ ایسا شخص اس قابل ہے کہ اگر اسے قتل نہ کیا جائے تو کم از کم سخت تنبیہ کی جائے اور قید میں ڈال دیا جائے پھر دیکھا جائے کہ اس کے کلام میں کس قدر بے ہودگی ہے۔

آیا عادتاً وہ اس طرح کی یا وہ گوئی کرتا ہے یا کبھی کبھی اس طرح کی بکواس کرتا ہے۔ اس کے کلام کا قرینہ کیا ہے۔ کیا وہ اپنے کیے پر نادم ہے۔ اس کے بعد جیسی صورت حال ہو اس کے مناسب سزا تجویز کی جائے (۳۹۷)

اگرچہ عموماً حکمران لوگ اپنی شان میں کہے گئے قصیدوں اور تشبیہات سے خوش ہوتے ہیں لیکن حکمرانوں اور بادشاہوں کے طبقوں میں ایسے صاحبان اقتدار کی مثالیں بھی ملتی ہیں جو غیر شرعی اور بے جا تعریف پر خوش نہیں ہوتے تھے۔ شاعر ابو نواس نے ہارون الرشید کے بارے میں شعر کہا:

فان یک باقی سحر فرعون فیکم　　فان عصاموسی بکف خصیب

ترجمہ: اگر تم میں فرعون کے جادو کا بقیہ حصہ موجود ہے تو بے شک موسی کا عصا خصیب کے ہاتھ میں ہے (خصیب ہارون الرشید کا غلام تھا جسے اس نے مصر کا حاکم بنایا) ہارون الرشید نے جب یہ شعر سنا تو اس نے ابو نواس سے کہا:

یابن اللخناء انت المستھزی بعصاموسی

اے گندی عورت کے بیٹے تو حضرت موسی علیہ السلام کے عصا کا مذاق اڑاتا ہے۔

ہارون الرشید نے اسے اپنے لشکر سے راتوں رات نکال باہر کرنے کا حکم دیا (۳۹۸)

سزا کے نفاذ کا اختیار کس کو؟

اگر کوئی شخص اسلامی ریاست میں توہین رسالت کے جرم کا ارتکاب کرے تو کیا مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مجرم کو پکڑیں اور موقع پر ہی قتل کر دیں۔ یا ایسے شخص کو گرفتار کر کے قانون کے حوالے کر دیا جائے۔ جرم ثابت ہونے پر عدالت اس کی سزا کا فیصلہ دے اور حاکم وقت مجرم پر سزا کا نفاذ کرے۔ اسلامی ریاست کے عوام کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ از خود ایسے شخص کو سزا دیں ملک میں قانون نافذ ہے۔ عدالتیں قائم ہیں، توہین رسالت کا مرتکب ملکی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے لہذا یہ ریاست کا حق ہے کہ وہ قانون شکنی کرنے والے کو گرفتار کرے۔ مجرم کو اپنے دفاع کا پورا موقع دے اور جرم ثابت ہو جانے پر اسے قانون کے مطابق سزا دے۔

توہین رسالت کا جرم دیگر معاشرتی جرائم کے مقابلے میں عوام کے مذہبی جذبات کو

زیادہ برانگیختہ کرتا ہے۔ ایسے مرتکب کو پا کر عوام کی طرف سے کسی بھی قسم کے فوری رد عمل کا اظہار ہوجانا ممکن ہوتا ہے۔ لیکن ایک مہذب اور قانون کی بالادستی کے حامل معاشرے میں کسی فرد یا افراد کے گروہ کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ توہین رسالت کے مرتکب کو موقع پر ہی از خود سزا دے دیں اور اسے قتل کردیں کیونکہ اس سے معاشرے میں نظم وضبط ختم ہوجائے گا۔ قانون کی حکمرانی نہ رہے گی۔ عدالتوں کا اختیار لوگوں کے ہاتھ میں آجائے گا۔ جس سے اس بات کا خدشہ پیدا ہوجائے گا کہ بے گناہوں کو سزا مل جائے، غلط فہمی سے یا توہین رسالت کے الزام کی آڑ میں ذاتی دشمنوں کو ختم کرنے کا رجحان پیدا ہوجائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی پر سب وشتم کرتا ہے تو ایسے شخص کو سزا دینے اور اس سے بدلہ لینے کا ایک حق تو اس آدمی کو حاصل ہے جس کو گالی دی گئی یا جس سے زیادتی کی گئی کہ وہ از خود بدلہ لے۔ دوسرا حق ریاست کو حاصل ہے کہ وہ ایسے مجرم کو سزا دے کر اصلاح تہذیب کرے۔ سیاسی و قانونی طور پر منظم معاشرے میں تمام افراد بہتر مفادات کی خاطر اپنے مجرموں کو سزا دینے کا یہ حق متفقہ طور پر ریاست کو تفویض کردیتے ہیں۔ اسی طرح شاتم رسول ﷺ کو سزا دینے کا ایک حق تو نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کو حاصل ہے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ حق امت مسلمہ کو مل گیا اور امت مسلمہ نے یہ حق ریاست کو تفویض کردیا ہے۔ اگر کوئی شخص اسلامی ریاست کے قوانین کے برخلاف توہین رسالت کے مرتکب کو قتل کردیتا ہے تو وہ قابل مواخذہ ہوگا۔ فقہ کی کتب میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ اگر امام وقت کی اجازت کے بغیر کوئی شخص مجرم کو قتل کردیتا ہے تو اسے تعزیر دی جائے گی (۳۹۹) یہاں یہ بات لائق وضاحت ہے کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت کے مجرم کو عدالت کی طرف سے سزائے موت سنائے جانے کے بعد از خود قتل کردیتا ہے تو اسے تعزیر دی جانی چاہیے لیکن اگر وہ ایسے شخص کو قتل کردیتا ہے جس پر توہین رسالت کا الزام ابھی ثابت نہیں ہوا اور عدالت نے اسے مجرم قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس کے خلاف موت کا فیصلہ سنایا گیا ہے تو ایسے شخص کو قانون کی نظر میں قاتل ہونا چاہیے کیونکہ اس نے ایسے شخص کو قتل کیا جس کا خون قانون نے مباح قرار نہیں دیا تھا۔ اسے ایک ایسے جرم کی سزا دی گئی جو اس پر ثابت نہیں ہوتا تھا۔

ایک روایت ہے کہ دو شخص اپنا ایک جھگڑا لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرمادیا لیکن جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا آپ ہمیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھا۔ ان کے پاس چلے جاؤ۔ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے حضرت عمرؓ کو سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے دوسرے شخص سے پوچھا کیا یہ سچ ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ یہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا، تم دونوں یہاں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں اور فیصلہ کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ میں تلوار لئے واپس آئے اور جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو کہا تھا کہ ہمیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں، اس کی گردن اڑادی۔ دوسرا شخص یہ دیکھتے ہیں دوڑ کر حضور اکرم ﷺ کے پاس جا پہنچا اور کہا حضور میرا ساتھی تو مارڈالا گیا اور اگر میں بھی جان بچا کر بھاگ نہ آتا تو میری بھی خیر نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عمر کے بارے میں یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ اس جرأت کے ساتھ ایک مومن کا خون کرے گا۔ اس پر یہ آیت اتری:

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیماشجربینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (۲۰۰)

(اے محمد ﷺ) تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں اور پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سربسر تسلیم کرلیں۔

اس شخص کا خون کالعدم ہوگیا اور اللہ نے حضرت عمرؓ کو بری کر دیا۔ یہ روایت نقل کرنے کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کہیں یہ طریقہ لوگوں میں اس کے بعد جاری نہ ہوجائے کہ لوگ توہین رسالت کے مجرموں کو خود مارنے لگ جائیں اس لئے اس کے بعد یہ آیت اتری:

ولواناکتبناعلیھم ان اقتلواانفسکم اواخرجوامن دیارکم مافعلوہ الا قلیل منھم ولوانھم فعلوامایوعظون بہ لکان خیرالھم واشدتثبیتا. (۲۰۱)

اور اگر ہم نے انہیں حکم دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو ہلاک کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے کم ہی آدمی اس پر عمل کرتے حالانکہ جو نصیحت انہیں کی جاتی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتری اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب بنتا۔

کیا حاکم سزا معاف کر سکتا ہے؟

اسلامی ریاست کے حکمران کے آئینی اختیارات میں توہین رسالت کے مجرم کو معاف کردینے کا اختیار شامل نہیں ہے۔ امت مسلمہ کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ایسے مجرم کو معاف کردے اور اس کی سزا پر عمل درآمد نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ایسے دشمنان کو معاف کردیا جنہوں نے آپ کو اذیتیں اور گالیاں دیں۔ آپ نے ان کے قتل کا حکم نہ سنایا۔ یہ گستاخ نبی اکرم ﷺ کے مجرم تھے آپ کو اپنے مجرموں کو معاف کرنے یا ان سے بدلہ لینے کا حق حاصل تھا۔ آپ حکمران ریاست بھی تھے اور شارع بھی تھے آپ ﷺ نے بعض مواقع پر عفوودرگزر سے کام لیتے ہوئے توہین رسالت کے مجرموں کو معاف کیا۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد امت مسلمہ یا کسی حکمران کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے مجرم کو معاف کرتے ہوئے اسے سزا نہ دے۔ اس ضمن میں عفو درگزر نبی اکرم ﷺ کی زندگی تک تھا۔ ایک حکمران یا عدالت کسی مجرم کو اس وقت تک معاف نہیں کرسکتی جب تک کہ مدعی خود اپنے مجرم کو معاف نہ کردے۔ اگر مدعی مجرم کو معاف کرے اور اس کے خلاف اپنا دعوی یا استغاثہ واپس لے لے تو حکمران کو یہ اختیار ہے کہ وہ مجرم کو سزا دینے کے حق ریاست کو استعمال نہ کرتے ہوئے مجرم کو معاف کردے۔ توھین رسالت کے مجرم کو معاف کرنا نبیؐ کا حق ہے جسے آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں متعدد بار استعمال کیا۔ لیکن اب امت مسلمہ یا حکمران یہ حق استعمال نہیں کرسکتا (۴۰۲)

آنحضرت ﷺ نے جن گستاخان کو معاف فرمادیا تھا ان کی معافی میں یہ مصلحت بھی کارفرما تھی کہ نئے نئے مسلمان ہونے والوں کی تالیف قلب ہو۔ دین اسلام کیلئے اپنے دل میں نرم گوشہ اور اس کی طرف میلان رکھنے والے غیر مسلم افراد کو قبول اسلام کی رغبت دلانا بھی مقصود تھا۔ نومسلموں کی تالیف قلب کے ساتھ ساتھ ان خدشات اور شکوک کو ختم کرنا بھی مقصود تھا جو غیر مسلموں میں پیدا ہوسکتے تھے کہ مسلمانوں کے نبی تو اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کردیتے ہیں۔

توہین رسالت کے مجرموں کو معاف کرنے کی اس نبوی سنت پر غور وفکر کا ایک پہلو یہ ہے کہ اگر کسی خطہ ارضی پر مسلمانوں کے سیاسی حالات ویسے ہوجائیں جس طرح ریاست مدینہ کے قیام کے فوراً بعد مدینہ کے مسلمانوں کے تھے۔ یعنی کسی علاقہ میں دین اسلام کی اشاعت کا کام ابتدائی مرحال میں ہو۔ غیر مسلموں کو قبول اسلام کی ترغیب دی جاتی ہو اور نو مسلموں کی تالیف قلب کیلئے اسلامی ریاست متعدد اقدامات کرتی ہو۔ ان حالات میں اگر کسی سے توہین رسالت کا جرم سرزد ہوجائے تو تالیف قلب کی مصلحت کی خاطر اور اپنے ہی ہم مذہبوں کو قتل کرنے کی غلط فہمی دور کرنے کیلئے کیا مجرم کو معاف کیاجاسکتا ہے؟

ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں ابن بطال کے حوالے سے مہلب کا قول نقل کیا ہے کہ نو مسلموں کی تالیف قلب اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھی جب ان کی مضرتوں کو دور کرنے کیلئے اس کی اشد ضرورت تھی۔ لیکن جب اللہ تعالی نے اسلام کو غالب کردیا تو پھر تالیف کی ضرورت نہ رہی۔ البتہ اگر ایسی حاجت پیش آجائے تو حاکم وقت کو انسانوں کی تالیف قلب کیلئے اقدامات کرنے کا اختیار ہے۔ "فتح الباری" میں درج عبارت کے الفاظ یہ ہیں:

"التالف انما کان فی اول الاسلام اذا کان الحاجۃ ماسۃ لذلک لدفع مضرتھم . فاما اذا اعلی اللہ الاسلام فلا یجب التالف الا ان تنزل بالناس حاجۃ لذلک فلا مام الوقت لذلک" (۳۰۳)

تالیف قلب اسلام کے ابتدائی دور میں تھی جب ان کی مضرتوں کو دور کرنے کی شدید حاجت تھی۔ لیکن جب اللہ تعالی نے اسلام بلند کردیا تو پھر تالیف واجب نہیں سوائے اس کے کہ ایسی حاجت پھر انسانوں کو پیش آجائے تو حاکم قوت کو تالیف کرنے کا اختیار ہے۔

دیگر انبیاء کرام علیہ السلام کی توھین کی سزاموت

دین اسلام اللہ تعالی کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں کسی قسم کی کوئی تفریق روانہ رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبروں میں سے بعض کو اپنے انعامات اور معجزات زیادہ عطا کیے کسی کو خلیل اللہ کا لقب عطا کیا۔ کسی سے اللہ تعالی خود ہم کلام ہوئے۔ کسی کی روح القدس سے مدد کی۔ کسی کو خاتم النبیین بنایا۔ کسی کو کتاب عطا کی اور کسی کو صحیفے دیئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن مسلمانوں کو اللہ کے رسولوں کے درمیان فرق نہ کرنے کا حکم ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ہے:

تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من کلم اللّٰہ ورفع بعضهم درجات وآتینا عیسی ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس(۲.۳.۱)

یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہم کلام ہوا۔ کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیے۔ اور عیسی ابن مریم کو روشن نشانیاں عطا کیں اور روح پاک سے ان کی مدد کی۔

سورۃ نبی اسرائیل میں ہے:

ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض وآتینا داود زبورا.(۲.۳.۲)

اور ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض سے بڑھ کر مرتبے دیے اور ہم نے ہی حضرت داود کو زبور دی تھی۔

ایک مسلمان اللہ تعالی کے تمام انبیاء علیہم السلام میں کسی قسم کی کوئی تفریق روا نہیں رکھتا۔ آخری نبی حضرت محمد ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام اللہ تعالی کی طرف سے مبعوث کردہ اور ایک ہی دین یعنی اسلام کے انبیاء اور رسل تھے۔ ان سب انبیاء اور رسل پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ مسلمان تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔ مسلمانوں کے نزدیک سب انبیاء اور رسل یکساں واجب الاحترام اور لائق عزت ہیں۔

سورۃ البقرہ میں ہے:

قولوا امنابالله وما انزل الینا وما انزل الی ابراهیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احدمنهم ونحن له مسلمون(۲.۳.۳)

(مسلمانو!) کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اور اولاد یعقوب علیہ السلام کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

سورہ البقرہ میں آگے فرمایا گیا:

امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون ، کل من امن باللّٰه وملائکته وکتبه ورسله . لا نفرق بین احدمن رسله . وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر. (۲۰۳.۴)

رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے۔ یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ " ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔ ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک! ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری طرف ہی پلٹنا ہے۔

سورہ آل عمران میں ہے:

قل امناباللّٰه وما انزل علینا وما انزل علی ابراهیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربهم لا نفرق بین احدمنهم ونحن له مسلمون (۲۰۳.۵)

(اے نبی ﷺ!) کہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے۔ ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اور اولاد یعقوب علیہ السلام کی طرف نازل ہوئی تھیں اور جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابع فرمان (مسلم) ہیں۔

قرآن کا یہ حکم ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان کسی قسم کی تفریق کرے، ان میں سے کسی کو مانے اور کسی کو نہ مانے تو ایسا شخص مسلمان نہیں ہوسکتا بلکہ وہ کافر ہے۔

سورہ النساء میں فرمان الہی ہے:

ان الذین یکفرون باللّٰه ورسله ویریدون ان یفرقوا بین اللّٰه ورسله یقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً. اولئک هم الکافرون حقا. واعتدناللکافرین عذاباً مهینا (۲۰۳.۶)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہیں مانیں گے اور

کفر وایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل وخوار کردینے والی ہوگی۔

ان کفار کے برعکس جو لوگ اللہ تعالی کے تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں اور ان میں کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں کرتےایسے لوگوں کے لئے اجر کی خوشخبری دی گئی ہے۔

والذین امنوا باللّٰہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احدم منھم اولئک سوف یوتیھم اجورھم. وکان اللّٰہ غفورا رحیماً(۲۰۳.۷)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے اور اللہ بڑا درگزر فرمانے والااور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جو نبی ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ انہوں نے اس شخص کو قتل کردیااور کہا:

من سب اللّٰہ ورسولہ اوسب احدا الانبیاء فاقتلوہ(۲۰۳.۸)

جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالیاں دیتا ہے یا انبیاء کرام میں سے کسی نبی پر سب وشتم کرتا ہے اسے قتل کردو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتوی ہے:

ایمامسلم سب اللّٰہ ورسولہ اوسب احد من الانبیاء فقد کذب برسول اللّٰہوھی ردة یستتاب فان رجع والاقتل(۲۰۳.۹)

جو مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ یا انبیاء میں سے کسی ایک نبی پر سب شتم کرتا ہے وہ گویا رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتا ہے۔ یہ ارتداد ہے اس سے توبہ کرائی جائے اگر وہ رجوع کرلے تو خیر ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔

امام ابوحنیفہ کا قول ہے:

من کذب باحد من الانبیاء اوتنقص احدامنھم اوبری منھم فھومرتد(۲۰۳.۱۰)

جس نے انبیاء علیھم السلام میں کسی ایک کے ساتھ جھوٹ باندھا یا ان میں سے کسی ایک کے مرتبہ میں کمی کی یا ان سے براءت کا اظہار کیا تو وہ مرتد ہے۔

امام مالک نے فرمایا:

من شتم الانبیاء او احدامنھم او تنقصہ قتل ولم یستتب ومن سبھم من

اھل الذمة قتل الا ان یسلم(۴۰۳.۱۱)
جس نے انبیاء کو یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دی یا کسی ایک کے مرتبہ میں کمی کی اسے قتل کیا جائے گا اور اسے توبہ کرنے کو نہیں کہا جائے گا۔ اور اگر ذمیوں میں سے کسی نے ان کو گالی دی تو اسے قتل کیا جائے گا لیکن اگر وہ ذمی اسلام قبول کر لے تو پھر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

من سب النبی او عابه بعدموته من المسلمین کان کافرا حلال الدم وکذلک من سب نبیاً من الانبیاء(۴۰۳.۱۲)

مسلمانوں میں سے جس نے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو گالی دی یا آپ ﷺ کے عیب بیان کیے وہ کافر ہو جائے گا اور اس کا خون حلال ہوگا۔ اسی طرح جس نے انبیاء میں سے کسی نبی کو گالی دی (تو اس کا خون بھی حلال ہوگا اور وہ قتل کیا جائے گا)

مندرجہ بالا آثار و اقوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں تمام انبیاء کرام یکساں طور پر قابل عزت و احترام ہیں۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی جرم ہے اسی طرح دیگر انبیاء کرام کی توھین بھی جرم ہے۔ لہذا ان کی توھین کے جرم کی سزا بھی موت ہے۔

ہندومت میں مذہبی عقائد و کتب کی توھین پر سزائیں

ہندودھرم میں مذہبی عقائد، کتب وغیرہ کی مخالفت اور ان کی توھین پر کڑی سزائیں تجویز کی گئیں ہیں۔

وید کی توھین کرنے والا کافر (ناستک): ہندودھرم کی مذہبی کتب ویدوں کی توہین اور تحقیر کرنے والے کو "ناستک" یعنی کافر قرار دیا گیا ہے۔

منوسمرتی کا قول ہے:

"ناستکو ویدو نندکہ" (۴۰۴)

ترجمہ: (ویدوں کی نندا یعنی بے قدری کرنے والا ناستک ہے۔

روشی دیانند سرسوتی کہتا ہے:

"جو جو گرنتھ وید سے وردھ ہیں ان ان کا پرمان کرنا جانو ناستک ہونا ہے" (۴۰۵)

ترجمہ: جو جو کتابیں وید کے خلاف ہیں ان ان کا حوالہ ماننا گویا ناستک ہونا ہے۔

ناستکوں کی تباہی و بربادی اور جلاوطنی کا حکم

"جو شخص وید اور عابد لوگوں کی تصنیف شدہ کتابوں کی جو وید کے مطابق ہوں تحقیر کرتا ہے اس وید کی مذمت کرنے والے منکر کو ذات پنگت (یکجا کھانے والوں کی جماعت) اور ملک سے نکال دینا چاہیے" (۴۰۶)

"ستیارتھ پرکاش" میں لکھا ہے:

جو شخص وید اور علماء حق شعار کی تصانیف بمطابق وید کی توھین کرے اسے قوم کے برگزیدہ حضرات اپنے حلقہ سے خارج کردیں" (۴۰۷)

سوامی جی نے اپنی کتاب "آریہ بھوِنے" میں جو آریاؤں کی دعاؤں کی کتاب ہے، میں وید منتر نمبر ۱۴ یعنی رگ وید ۱-۴-۱۰-۸ کا جو ہندی ترجمہ لکھا ہے اس میں پرمیشور سے اس طرح کی دعا مانگی گئی ہے:

"جو ناستک، ڈاکو، چور---- مورکھ--- وید ودیا ورودھی منشیہ --- ہیں ان سب دشٹو کو آپ--- (سمولان وناشیہ) مول شہت نشٹ کردیجیے"

ترجمہ: جو ناستک (یعنی منکر) ڈاکو، چور---- جاہل-- ویدوں کے علم کے مخالف انسان ہیں ان سب بدذاتوں کو آپ (سمولان وناشیہ) جڑ بنیاد کے ساتھ تباہ و برباد کردیجیے (۴۰۸)

ویدک دھرم کے مخالفوں کو آگ میں زندہ جلادو

ویدوں کے حکم کے مطابق ویدک دھرمی راجہ کا فرض ہے کہ ویدک دھرم کے مخالفوں کو ہمیشہ تباہ و برباد کرے اور ان کو آگ میں چلائے۔ یجروید ادھیائے ۱۳، منتر ۱۲ میں سوامی جی نے پرمیشور کا حکم بزبان ہندی ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"ہے تیبر دنڈ دینے والے راج پرش دھرم کے دویشی شتروؤں کو نہر نتر دشامیں کر کے سوکھے کاشٹ کا سمان جلائیے"

ترجمہ: اے سخت ڈنڈ دینے والے راج پرش (یعنی راجہ) آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو ہمیشہ (آگ میں) جلائیے۔ وہ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے آپ اس کو الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی مانند جلائیے۔ (۴۰۹)

وید کی توھین کی سزا قتل:

ویدک دعن میں سوامی جی نے کہا:

"ویدک مار گو چھیدک اناچاریوں کویتھا یوگیہ شاسن کرد (شیگھران پردنڈ نپاتا کرد) جس سے وسے بھی شکشائیکت ہو کے ششٹ ہوں اتھوا ان کا پرانا نت ہوجائے کنوا ہمارے وش میں ہی رہیں"

ترجمہ:وید کے راستہ کے خلاف چلنے والے بدچلنوں کو جیسا کہ چاہیے سزا دو(جلد ان پر عذاب نازل کرو)جس سے وہ بھی تعلیم یافتہ ہو کر مہذب ہوں یا تو ان کا خاتمہ ہوجائے(یعنی قتل ہوجائیں)یا ہمارے بس یعنی قابو میں رہیں(۴۱۰)

منو کی تعلیمات میں شودر کیلئے وید سننا منع ہے۔ اگر شودر وید کی عبارت سن لے تو اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جائے گا۔ اگر وہ وید کی عبارت کو دہرائے تو اس کی زبان کاٹ دی جائے گی اور اگر وہ وید کی کوئی عبارت یاد کر لے تو اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں گے(۴۱۱)

برھمن کی توھین کی سزا

اگر کوئی شودر کسی برھمن کے خلاف بری بات کہے تو شودر کی سزا یہ ہوگی کہ اس کی زبان کاٹ ڈالی جائے گی(۴۱۲)

منوسمرتی کے قانون میں یہ بھی ہے کہ اگر شودر کسی برھمن پر غرور سے تھوک دے تو راجہ اس کے دونوں ہونٹ کٹوا دے۔ اگر وہ اس پر پیشاب کرے تو اس کی شرمگاہ کو قطع کرادے(۴۱۳)

جو ادنی ترین ذات کا آدمی (شودر) اعلی ذات کے آدمی (برھمن) کے برابر بے ادبی سے ایک ہی جگہ بیٹھ جائے تو اس کے پچھلے حصے پر نشان لگا کر راجہ یا تو اس کوملک بدر کر دے یا اس کے سرین کٹوا دے(۴۱۴)

اگر شودر غرور کے ساتھ برھمن کو اس کے فرائض کے متعلق ہدایت دے تو راجہ اس کے منہ اور کان میں جلتا ہوا تیل ڈالنے کا حکم دے۔(۴۱۵)

مغربی قوانین میں توھین مذہب

یورپین ممالک اور امریکہ وغیرہ میں مذہب، خدا، نبی اور مذہبی شعائر کی توھین کی روک تھام کیلئے قوانین نافذ ہیں جن کی ایک پرانی تاریخ ہے۔ توھین مذہب پر مغرب میں سخت سزائیں دی جاتی رہی ہیں۔ ان میں موت کی سزا بھی شامل ہے۔ مغربی تہذیب میں چرچ اور ریاست کی علیحدگی کے بعد مغرب والوں نے مذہب کو اپنی سیاسی، ریاستی اور کاروباری دنیا سے جس طرح دیس نکالا دیا ہے اس کا اثر توھین مذہب کے قوانین پر بھی پڑا۔ آزادی کے دلفریب نعرے کی مغرب میں اتنی پذیرائی ہوئی کہ "آزادی" ہر چیز پر حاوی ہو گئی۔ حتیٰ کہ مذہب کی تقدیس بھی اس کے مقابلے میں دوسرے نمبر پر آگئی۔ اب مغرب میں توھین مذہب کے ارتکاب پر دی جانے والی سزاؤں میں وہ پہلے والی شدت اور سختی نہیں رہی ہے لیکن مغربی معاشرے کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ان کے ہاں بھی مذہب کی توھین ایک سنگین جرم رہا ہے جس کی سزا موت ہے۔

انگریزی زبان میں توھین مذہب وغیرہ کیلئے (Blasphemy) استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ ایک یونانی اصطلاح سے ماخوذ ہے جس کا مطلب (Speaking Evil) بری بات کہنا ہے۔ مسیحت کی مذہبی روایات میں "بلاس فیمی" مذہبی عقائد اور مقدس اقدار کے خلاف جرم کیلئے بولا جاتا ہے (۴۱۶)

بالسبری لاز آف انگلینڈ (Halsbury Laws of England) میں لکھا ہے:

Blasphemy is an indictable offence at common law consisting in the publication of words attacking the Christian religion or the Bible so violent, scurrilous or ribald as to pass the limits of clecent controversy and tend to lead to a breach of peace. It is immaterial whether the words are spoken or written, if written they constitute a blasphemous libel". (417)

"بلاس فیمی" ایک ایسا جرم ہے جو کسی ایسی شائع شدہ تحریر پر مشتمل ہو جس میں مسیحی مذہب یا بائیبل کے بارے میں اس انداز سے سخت الفاظ، گندی گالیاں اور فحش زبان استعمال کی گئی ہو کہ بحث واختلاف کے مذہبی طریقوں کی حدود پھلانگ دی جائیں اور اس سے نقص امن

کا اندیشہ پیدا ہوجائے۔ یہ بات غیر ضروری ہے کہ مسیحی مذہب اور بائیبل کے بارے میں فحش الفاظ زبانی کہے جائیں یا لکھ کر کہے جائیں۔اگر یہ لکھ کر ہوں تو ایسی تحریر توھین آمیز تحریر ہوگی۔

بلیک سٹون(Black Stone)نے" بلاس فیمی" کی تعریف یوں کی ہے:

ã"The denying the being or providence of God, contumelious reproaches of our Sarious Christ, profane, scoffing at the Holly Scripture, or exposing it to contempt and redicule". (418)

خدا کی خدائی یا اس کے وجود سے انکار کرنا، ہمارے نجات دہندہ یسوع مسیح کے بارے میں توھین آمیز شرمناک بات کہنا، مقدس بائیبل کا تمسخر اڑانا اور اس کی بے حرمتی کرنا یا اسے توھین اور تمسخر کے اندازمیں پیش کرنا۔

اس کے علاوہ تثلیث(The Holy Trinity)کے عقیدے کا انکار بھی" بلاس فیمی)میں شامل ہے۔(419)

لہذا خدا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، بائیبل، تثلیث اور مسیحی مذہب کی توھین مغربی قوانین میں ایک جرم ہے۔ ان قوانین میں توھین مذہب اس وقت قابل تعزیر جرم ہوگا جب اس سے امن عامہ میں نقص وخلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

توہین مذہب کے حوالے سے مغربی قوانین میں ایک یہ بات بھی ہے کہ صرف مسیحی مذہب کی توھین کرنا جرم ہے۔ کسی دوسر مذہب کو یہ قانونی تحفظ حاصل نہیں ہے۔

برطانیہ: ۱۲۱۵ء میں جو میگنا کارٹا(Magna Charta)منظور ہوا تھا۔ اس میں برطانوی چرچ(English Church) کو مکمل آزدی، تقدس اور حقوق کی ضمانت دی گئی تھی(۴۲۰) برطانیہ میں صرف انجلیکل مسیحی فرقہ کی توھین جرم ہے۔

۱۸۳۸ء میں(R.V. Gathercole)نامی ایک مقدمہ کے فیصلہ میں عدالت نے یہ قرار دیا تھا:

"It is not blasphemy to attack any religion except Christianity and perhaps not blasphemy to attack any Christian denomination other than Anglican" (421)

مسیحت کے سوا کسی دوسرے مذہب پر حملہ "توھین مذہب" کا جرم نہیں ہے اور انجلیکن فرقہ کے علاوہ کسی دوسرے مسیحی فرقہ پر حملہ بھی "بلاس فیمی" نہیں ہے۔

لہذا برطانوی قانون کے تحت صرف مسیحی مذہب اور اس کے بھی صرف انجلیکل چرچ آف انگلینڈ کی توھین جرم ہے۔ کسی اور مذہب یا کسی دوسرے مسیحی فرقہ کی توھین برطانوی قانون کی رو سے قابل تعزیر فعل نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب برطانوی مسلمانوں نے ملعون سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" (Stanic Verses) کے برطانیہ میں شائع ہونے پر اس کے خلاف لندن کی چیف میٹروپولٹن سٹریٹ کی عدالت میں درخواست دی تو عدالت مذکورہ نے متذکرہ کتاب کے طابع وناشر پنکوئن اور وائکنگ کے خلاف دائر کی جانے والی یہ درخواست مسترد کردی اور فیصلہ دیا کہ برطانوی قانون کے تحت صرف اینگلیکن چرچ کا تحفظ ہوسکتا ہے اور برطانوی قانون کا اطلاق صرف مسیحی مذہب کی بے حرمتی کرنے پر ہوتا ہے (۴۲۲) اس فیصلے کے خلاف برطانوی مسلمانوں نے بنچ آف لندن ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی۔ ہائی کورٹ نے بھی یہ اپیل اس بنا پر مسترد کردی کہ "بلاس فیمی" قانون کا اطلاق صرف مسیحت پر ہوتا ہے۔ (۴۲۳)

برطانوی پالیمنٹ مسیحی مذہب کے معاملے میں اتنی زیادہ بنیاد پرست ہے کہ برطانیہ ہی کے غیر مسیحی باشندوں کے مذاہب کا احترام ان کے ہاں قانونی جگہ پانے سے محروم ہے۔ اور تاحال مذہب کے احترام اور تحفظ کے حوالے سے یہ امتیازی قانون وہاں رائج ہے۔ جس کے خلاف مغرب میں اب آوازیں اٹھنا شروع ہوگئی ہیں اور اس بات کا مطالبہ کیا جانے لگا ہے کہ مسیحیت کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے احترام کو بھی قانونی تحفظ دیا جائے۔ ایک برطانوی دانشور کلفورڈ لانگلے نے اس وقت کی برطانوی وزیراعظم مسز مارگریٹ تھیچر کو یہ تجویز پیش کی تھی کہ بانیان مذاہب جن میں سرفہرست حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، کی توھین کے خلاف ھتک عزت کا قانون مؤثر بہ ماضی بنایا جائے (۴۲۴)

یورپ میں مذہب کے تحفظ سے متعلق قوانین کی تاریخ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سلطنت روما میں جب بادشاہ جسٹینین اول (Justinian -I) کی حکومت (عہد حکومت ۵۲۷ء تا ۵۵۶ء) تھی تو اس کے دور میں مذہب کی توھین کے جرم کی سزا موت مقرر تھی (۴۲۵)

برطانوی باشندے ۵۹۷ء اور ۶۸۷ء کے عرصہ کے دوران آہستہ آہستہ عیسائیت کی طرف مائل ہوئے اور انہوں نے اسے بطور مذہب قبول کیا(۴۲۶)شروع میں مذہب کا سیاست پر غلبہ تھا۔ چرچ کی ریاست پر حکمرانی تھی۔ چرچ اور حکومت کے درمیان کشمکش بھی ہوتی رہی۔ اس لڑائی میں ابتداً چرچ کو حکومت پر فتح حاصل رہی۔ ریاست کے حکمران کے مقابلے میں یورپ کے چرچ کا اقتدار اس قدر طاقتور تھا کہ۱۰۷۷ء میں شہنشاہ ہنری چہارم (Henry IV) کو مجبوراً کنوسا کے قلعہ میں پوپ کے حضور حاضر ہونا پڑا۔ چنانچہ وہ نہایت ذلت کے ساتھ حاضر ہوا۔ پوپ نے بڑی مشکل سے لوگوں کی سفارش پر بادشاہ کو اپنے سامنے کھڑا ہونے کی اجازت دی۔ شہنشاہ ننگے پاؤں اور اون پہنے ہوئے آیا اور پوپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ پوپ نے اس کی غلطی کو معاف کردیا(۴۲۷)

بعد میں چرچ اور حکومت کی لڑائی میں کبھی پوپ کو فتح ہوتی اور کبھی حکومت فتح یاب ہوجاتی۔ اس مسلسل آویزش اور کشمکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت چرچ کے مقابلے میں مکمل طور پر فاتح رہی اور حکومت نے چرچ کو ریاست کے معاملات سے نکال باہر کیا۔

جب چرچ کو حکومت پر غلبہ وطاقت حاصل تھی تو کسی شخص کو مذہب اور چرچ کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ تھی۔ جو کوئی مذہب اور چرچ کی توھین کا ارتکاب کر بیٹھتا اسے سزائے موت دی جاتی تھی۔ مسیحیت، سے اختلاف رکھنے والوں کا خون حلال تھا۔ ارباب کلیسا کے نام پر ان کی جائیداد کو بحق کلیسا ضبط کرلیا جاتا تھا۔ ایسی عدالتیں قائم کی گئیں جو ان "مرتدوں" کو سزا دیتی تھیں جو شہروں، گھروں، تہہ خانوں، جنگلوں، غاروں اور کھیتوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان عدالتوں نے مسیحی عقائد سے اختلاف رکھنے والے جن لوگوں کو سزا دی ان کی تعداد تین لاکھ سے بھی زیادہ ہے ۳۲ ہزار افراد کو آگ میں زندہ جلادیا گیا۔

(۴۲۸)

۱۵۵۳ء میں ملکہ الزبتھ کے عہد میں سب سے پہلے پروٹسٹنٹ کلیسائی قانون میں توھین مذہب کے بارے میں ایک دفعہ کا اضافہ کیا گیا۔ اسی ملکہ کے دور حکومت میں پانچ یا چھ ایسے افراد کو جو مسیحیت اور یسوع مسیح کے بارے میں کفریہ عقائد رکھتے تھے انہیں زندہ جلا دیا گیا(۴۲۹)

ایک نامور طبیب اور طبیعات دان سرویٹس (Servetus) بھی اسی عہد میں الحاد کے الزام

میں زندہ جلادیا گیا تھا(۴۳۰)

سولھویں صدی عیسوی میں ایک دلچسپ اور عجیب مقدمہ ایک پادری فرنک ڈیوڈ(Ferenc David)کا ہے جو ٹرانسلوینیا (Transylvania)شہر کے یونی ٹیرین چرچ (Unitarian Church)کا سربراہ تھا۔ اس پر الزام تھا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ عیسائیوں کو یسوع مسیح کی پوجاوعبادت نہیں کرنی چاہیے۔ اسے ۱۵۷۹ء میں عمر قید کی سزا سنائی گئی۔(۴۳۱)

ہیئت وطبیعات کے سائنس دان برونو(Giordano Brunoe)کو ۱۶۰۰ء میں زندہ جلادیا گیا تھا۔ روم کے کلیسا کے نزدیک اس کا جرم یہ تھا کہ وہ مذہبی عقائد کے برخلاف اس زمین کے علاوہ دوسری دنیاؤں کا قائل تھا(وہ کافرانہ عقائد رکھتا تھا(۴۳۲)

مشہور طبیعی عالم گلیلو(Galilio) کو بھی مسیحی عقائد سے اختلاف کرنے کے جرم میں موت کی سزادی گئی۔ وہ سورج کے گرد زمین کے گھومنے کا قائل تھا(۴۳۳)

یورپ میں جب حکومت کلیسا کے تابع تھی اس زمانے کا ایک اور واقعہ ہے۔ مشہور جرمن فلسفی ایمینوئل کانٹ(۱۷۲۴ء-۱۸۰۴ء) نے اپنی کتاب (Critique of Pure Reason)تنقید عقل محض" میں لکھا کہ خدا، مذہبی عقائد اور آخرت وغیرہ کو ثابت کرنے کیلئے جو دلائل دیے جاتے ہیں وہ غلط ہیں۔ اس کے علاوہ کانٹ نے اہل کلیسا کے طرز زندگی کی مخالفت کی اور کہا کہ حضرت یسوع مسیح تو اس دنیا میں خدا کی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے لیکن اس کی جگہ یہاں پادریوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے۔

شاہ پرشیا(جرمنی) نے ایک فرمان جاری کیا:

مابدولت یہ جان کر ناخوش ہوئے کہ تم اپنے فلسفے کو غلط استعمال کر کے کتاب مقدس اور مسیحت کے کئی اہم بنیادی نظریات مسمار کر رہے ہو۔ ہم تم سے اس بارے میں فوری طور پر وضاحت طلب کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ تم آئندہ اس قسم کی شکایت کا موقع نہیں دوگے بلکہ اپنے فرائض اس طرح ادا کروگے کہ تمہاری صلاحیتیں اور اختیارات ہمارے مربیانہ مقاصد کو پورا کرنے میں زیادہ سے زیادہ معاون ثابت ہوں گے۔ اگر تم ان احکام کی خلاف ورزی کروگے تو تمہیں ناخوشگوار نتائج کیلئے تیار رہنا چاہیے۔

کانٹ کو شاہ پرشیا کا یہ فرمان ۱۷۹۴ء میں موصول ہوا جب اس کی عمر ستر سال

ہو چکی تھی(۴۳۴)

۱۶۵۶ء میں ایک عیسائی فرقہ "(The Society of Friends)جس کے ارکان کو کیکر(Quaker)کہلاتے تھے، کے رہنما جیمز نیلر(James Naylar)پر یہ الزام تھا کہ وہ خود کو یسوع مسیح کہتا تھا۔اس جرم میں اسے انتہائی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اسے قید کردیا گیا۔ اسے آہنی شکنجوں سے کس کر باندھا گیا اور بے تحاشا کوڑے برسائے گئے۔ اس کی زبان میں سوراخ کئے گئے(۴۳۵)

جان بڈل(John Biddle) بھی ایک مسیحی فرقہ کا بانی تھا۔ اسے توھین مذہب اور کفریہ عقائد رکھنے کے جرم میں قید کردیا گیا۔ وہ ۱۶۶۲ء میں جیل کے اندر ہی وفات پا گیا(۴۳۶)

۱۶۷۶ء میں ایک کسان جان ٹیلر(John Taylor)پر توہین مذہب اور توھین یسوع مسیح کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا۔ اس پر یہ الزام تھا کہ اس نے مذہب کو ایک دھوکا کہا ہے اور یسوع مسیح کو ولدالزنا کہا ہے۔ ججوں کے ایک بینچ نے اس مقدمہ کو سنا۔ اس مقدمہ نے برطانوی عدالتوں کے اختیارات کو وسعت دی اس سے پہلے "بلاس فیمی" کے مقدمات میں سزا دینا صرف مذہبی عدالتوں کو اختیار حاصل تھا۔ اب یہ اختیار عام عدالتوں کو بھی مل گیا۔

چیف جسٹس میتھیو(Mathew Hale)نے اس مقدمہ کے فیصلہ میں یہ لکھا کہ صرف مذہبی عدالتیں ہی توھین مذہب کے مرتکبین کو سزا نہیں دے سکتیں بلکہ ملک کی دوسری عدالتوں کو بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسے مقدمات سنیں اور سزائیں دیں۔ اس نے لکھا:

"... that the secular Courts had jurisdiction of blasphemy and could punish blasphemus, because Christianity is part of the law of land and the State has to prevent dissolution of Government and religion". (437)

لادینی عدالتوں کو بھی توھین مذہب کے مقدمات میں اختیارات سماعت حاصل ہیں۔ اور وہ توھین مذہب کے مرتکبین کو سزا دے سکتی ہیں۔ اس لئے کہ مسیحیت ملکی قانون کا حصہ ہے ۔ اور ریاست پر لازم ہے کہ وہ حکومت اور مذہب کو تباہ ہونے سے بچائے۔

۱۷۲۹ء میں کورٹ آف ایکس چیکر(Court of Exchequerã)نے یہ قرار دیا کہ یسوع مسیح کے کردار، یسوع مسیح کی تعلیمات اور بائیبل کے خلاف بات کرنا اور ان پر تنقید کرنا جرم ہے۔(۴۳۸)

۱۸۱۲ء میں لندن کے مضافاتی علاقے کے ایک کتب فروش ڈینیل آئزک(Danial Isaac Eaton)کو آہنی شکنجے میں کس دینے اور اٹھارہ ماہ قید کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ اس پر الزام تھا کہ اس نے بائیبل کی کہانیوں پر تنقید کو شائع کیا تھا۔اس مقدمہ کے فیصلہ میں عدالت نے لکھا:

"... the Christian religion is the law of the land, and must be protected as the law". (439)

مسیحی مذہب ملکی قانون ہے اور ملکی قانون کی طرح اس کا تحفظ بھی ضروری ہے۔

برطانوی بادشاہ ولیم سوم(King William III)کے زمانے میں ایک قانون منظور کیا گیا جس کا یہ نام تھا:

"(An act for the more effectual suppression of Blasphemy and profaneness)".

اس قانون کے تحت مسیحیت کے بنیادی عقائد اور اصولوں سے اختلاف کرنا، مسیحیت کو سچا مذہب تسلیم کرنے سے انکار کرنا، قدیم اور نئے عہد ناموں کو سچا نہ ماننا، خدا کی توھین کرنا اور ریاست کے امن کو تباہ کرنا جرم قرار دیا گیا۔

اس قانون میں یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص ان جرائم میں سے کسی ایک جرم کا پہلی مرتبہ ارتکاب کرے گا تو اسے ہر قسم کے عہدہ اور ملازمت کے حق سے محروم کردیا جائے گا۔ اگر مجرم دوسری مرتبہ اس جرم کا ارتکاب کرے گا تو عدالت میں مقدمہ کرنے، دفاع کرنے، پیش ہونے یا کسی اور اقدام کے حق سے محروم کردیا جائے گا اور اسے تین سال قید کی سزا بھی دی جائے گی۔(۴۴۰)

مغرب میں جوں جوں چرچ کمزور ہوتا گیا اور ریاست کے اختیارات بڑھتے گئے توں توں مذہب کے تحفظات میں کمی ہوتی چلی گئی۔ آزادی اظہار رائے کے نعرے نے مذہبی عقائد کی اہمیت کم کی۔ جس برطانیہ میں کسی وقت پوپ کو انتہائی احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا اس کی حیثیت روم کے بدنام بشپ کی رہ گئی تھی۔

ٹائن بی (Tyne B) نے لکھا ہے کہ شاہ ایڈورڈ چہارم کی دوسری کتاب عبادت میں دعا کی گئی تھی کہ خدا ہمیں اس بشپ کی قابل نفرت اور سنگین بداخلاقیوں سے نجات دلائے۔ ملکہ الزبتھ کے عہد میں جو کتاب عبادت تیار ہوئی اس میں یہ تکلیف دہ دعا حذف کردی گئی تھی لیکن اصل جذبۂ نفرت بدستور باقی رہا(۴۴۱)

یورپ میں چرچ کے زوال کے اسباب کچھ بھی ہوں بہر حال چرچ اور پادریوں کے خلاف ردعمل کے طور پر مغرب میں فرد کی آزادی کو بھی انتہا تک پہنچا دیا گیا۔ اظہار رائے کی آزادی ایک مقدس چیز ٹھہری۔ آج کل توہین مذہب اس وقت قابل تعزیر جرم بنتا ہے جب اس سے معاشرے کے امن میں خلل واقع ہوتا ہو۔ اگر مذہب کی توہین کے اقدام سے امن عامہ کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا تو برطانیہ کا قانون اس اقدام کے خلاف حرکت میں نہیں آتا۔ آج اظہار رائے میں آزادی کا حق اتنا طاقت ور ہوگیا ہے کہ کوئی شخص بھی مذہب کے کسی عقیدہ کے بارے میں اپنی مخالفانہ رائے دے سکتا ہے شرط صرف یہ ہے کہ اس کا انداز فحش نہ ہو اور وہ معاشرے کے امن عامہ کو نقصان نہ پہنچائے۔

۱۸۸۳ء میں برطانیہ کے لارڈ چیف جسٹس نے یہ فیصلہ دیا کہ آزادی اظہار ہر قسم کی قانونی کاروائی سے مستثنی ہے یہاں تک کہ مسیحیت کے بنیادی عقائد پر تنقید بھی قانون کی گرفت سے باہر ہے(۴۴۲) لارڈ چیف جسٹس کے اس فیصلے کا یہ نتیجہ نکلا کہ مغرب میں مذہب کی تقدیس کا جو تھوڑا بہت بھرم قائم تھا وہ بھی ختم ہوگیا۔ اظہار رائے اور پریس کی آزادی کے نام پر مذہب کے تقدس کی دھجیاں بکھیری جانے لگیں۔

اب یورپ کے لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ مسیحیت کو کسی قانونی تحفظ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مسیحی مذہب تعزیری سزاؤں کے تحفظات کے بغیر زندہ رہنے کے قابل ہے۔ خدا اپنی عزت کا تحفظ خود کرسکتا ہے۔ فرد کی آزادی اور مذہب کے تحفظ سے متعلق یہ مغربی نظریہ انسانی فطرت کے اتنا خلاف تھا کہ آج فرد کی ہر خواہش کی تکمیل کو اس کی آزادی کا نام دیا جاتا ہے۔ مذہب کا تقدس آزادی کے نعرے نے پامال کردیا ہے۔ آج کے مغرب کے بارے میں ہی کہا جاتا ہے۔

Nothing is sacred in he West

(مغرب میں کوئی چیز بھی مقدس نہیں رہی)

تمام رشتوں نے اپنی تقدیس کھو دی ہے۔ یہ رشتے خواہ انسان کے خدا سے ہوں یا مذہبی عقائد و کتب سے یا عام انسانوں سے۔ مادر پدر آزادی کے تصور نے مغرب میں مقدس رشتوں کو کس قدر پامال کیا ہے اس کا اندازہ صرف ایک مثال سے کیا جاسکتا ہے کہ مارٹن سکارسیز نے "The Last Temptation of Christ" "مسیح کی آخری آزمائش" نامی ایک فلم بنائی۔ لاانجلز فلم ٹیچرز ایسوسی ایشن نے اس فلم کو پیش کرنے پر پروڈیوسر کو ایوارڈ دیا۔ مارٹن نے کہا کہ یہ فلم بنا کر انہوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا بلکہ مسیح کی زندگی کے عام انسانی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ اس فلم میں پروڈیوسر نے مسیح اور مریم مگدلینی کے جنسی مراسم اور عریاں مناظر پیش کیے ہیں (۴۴۳)

۱۸۸۳ء میں لارڈ چیف جسٹس نے اظہار رائے اور پریس کی آزادی کو مذہب پر مقدم کرنے کا جو فیصلہ دیا تھا اس کے اثرات بعد میں تمام مقدمات پر پڑے اور یہ فیصلہ بطور نظیر (Precident) خوب استعمال ہوا۔ اب یورپ میں مذہب کے تحفظ سے زیادہ پریس کی آزادی کو تحفظ حاصل ہے۔ اور مذہب کی سالمیت سے زیادہ معاشرے کے امن کو قانونی ضمانت مہیا ہے۔ توہین مذہب کے مقدمات میں اب اگر کوئی سزا دی جاتی ہے تو بہت معمولی۔ برطانوی قانون کے مطابق بلاس فیمی "کا جرم کرنے پر مجرم کو سزا دینے کے معاملے میں عدالت کو صوابدیدی اختیار حاصل ہے۔ یہ عدالت کی صوابدید پر ہے کہ وہ چاہے تو مجرم کو قید کی سزا دے یا جرمانہ کی سزا دے اور اس سزا کی مقدار کا تعین بھی عدالت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے (۴۴۴)

۱۹۱۱ء میں ایک شخص بٹلر (Harry Boutler) کو تین ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ چیف کمشنر آف پولیس نے اس مقدمہ میں لکھا کہ ملزم کو توھین مذہب کی بنا پر سزا نہیں دی گئی بلکہ اس لئے سزا دی گئی ہے کہ اس کے اس اقدام سے امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا (۴۴۵)

۱۹۱۲ء میں سٹیورٹ (Stewart) اور ولیم گوٹ (John William Got) نامی دو افراد کو توھین مذہب کے جرم میں بالترتیب تین اور چار ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ اس مقدمہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے برطانیہ کے ہوم سیکرٹری نے ہاؤس آف کامن میں کہا تھا کہ ان مجرموں کو اپنے خیالات کا اظہار کرنے کیلئے جارحانہ انداز

اختیار کرنے پر سزادی گئی ہے کیونکہ مجرم جانتے تھے کہ ان کے اس جارحانہ انداز سے امن عامہ میں نقص پیدا ہوسکتا ہے (۴۴۶)

فرانس: ماضی میں فرانس کے قانون کے تحت کنواری مریم، مسیحی عقائد اور سینٹ یعنی صوفیاء کے خلاف بولنا جرم تھا۔ بعد میں یہ قانون مکمل طور پر تبدیل کردیا گیا اور ۱۷۹۱ء میں ایک نیا قانون وضع کیا گیا۔ فرانس کے ضابطۂ تعزیرات (French Penal Code) کے آرٹیکل ۲۶۲ میں لکھا ہے:

"Any person who, by words or guesture, shall commit any outrage upon objects of Public worship in the places designed for the performance of its rites,shall be fined from $2 to $100, and be imprisoned for a period not less than 15 days or more than 6 months". (447)

اگر کوئی شخص الفاظ یا اشارے سے عبادت گاہوں میں عوامی عبادت کی چیزوں کی بے حرمتی کرتا ہے تو اسے دو سے ایک سو ڈالر تک جرمانہ کیا جائے گا اور پندرہ دن سے چھ ماہ تک قید کی سزادی جائے گی۔

آج کا فرانس ایک لادینی (Secular) ملک ہونے کا دعویدار ہے۔ لیکن ماضی کے فرانس میں مذہب کے خلاف بولنے والوں کو سزائیں دینے کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ جن میں سے ایک جی پوسٹل کی ہے۔ جی پوسٹل فرانس کے قصبہ باونٹوں میں ۱۵۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ یہ مذہبی پیشوا تھے۔ عیسوی مذہب میں بعض نئی باتیں ایجاد کرنے کے جرم میں حکومت فرانس نے انہیں قید کردیا۔ ۱۵۸۱ء میں جیل میں ہی ان کی وفات ہوئی (۴۴۸)

سکاٹ لینڈ: سکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ میں ۱۶۶۱ء اور ۱۶۹۵ء میں منظور کیے جانے والے قوانین کے تحت توہین مذہب اور توہین مسیح وغیرہ کی سزا موت تھی۔ ان قوانین کے تحت "بلاس فیمی" جرم میں سزائے موت پانے والے آخری مجرم کا نام "تھامس ایکن ہیڈ" (Thomas Aikenhead) تھا۔ یہ ایک طالب علم تھا۔ اسے ۱۶۹۶ء میں موت کی سزادی گئی۔

بعد میں "بلاس فیمی" جرم میں موت کی سزا کا قانون ختم کردیا گیا اور مجرموں کو صرف جرمانہ اور قید کی سزائیں دی جانے لگیں۔ دوسری مرتبہ ارتکاب جرم پر مجرم کو کوڑے بھی

مارے جاتے۔ لیکن بعد میں کوڑے مارنے کی سزا بھی ختم کردی گئی اور توہین مذہب کے مجرم کو جرمانہ اور قید کی سزا کا قانون نافذ کردیا گیا(۴۴۹)

۱۸۴۳ء میں ایک شخص پر ہائی کورٹ میں مقدمہ چلایا گیا اس پر الزام تھا کہ اس نے ایسی کتب شائع کیں جن میں کتب مقدسہ کی سچائی سے انکار کیا گیا تھا۔ مسیحی مذہب کی توھین کی گئی تھی۔ لہذا جرم ثابت ہوجانے پر اس شخص کو صرف پندرہ ماہ قید کی سزا سنائی گئی(۴۵۰)

جرمنی: جرمنی کے قوانین کی رو سے "بلاس فیمی" کے مجرم کو ایک دن سے تین دن تک قید کی سزا دی جاسکے گی۔ اس میں بھی یہ ضروری ہے کہ مجرم نے توھین مذہب کا ارتکاب سرعام کیا ہو اور انداز اظہار فحش اور بیہودہ ہو۔(۴۵۱)

آسٹریا: آسٹریا میں توھین مذہب کے مجرم کو چھماہ سے دس سال تک قید کی سزا کا قانون نافذ ہے(۴۵۲)

امریکہ: امریکہ کے دستور میں "بلاس فیمی" یعنی توھین مذہب و پیغمبر کے جرم کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ امریکہ کے قوانین انگلش کامن لا (English Common Law) سے ماخوذ ہیں اس لئے خدا، مذہب اور یسوع مسیح وغیرہ کی توہین جیسے جرائم میں امریکہ کا قانون برطانوی قانون سے ملتا جلتا ہے۔

امریکی دستور میں کی جانے والی پہلی ترمیم میں اس بات کی ضمانت فراہم کی گئی ہے کہ امریکیوں کی عبادت کو کنٹرول کرنے، مدد دینے یا اس پر اثر انداز ہونے کیلئے وفاقی حکومت کسی قسم کی کوئی طاقت استعمال نہیں کرے گی۔ امریکی دستور میں پہلی ترمیم کی تشریح کرتے ہوئے عدالت نے (Engle V. Vital (1962) نامی مقدمہ میں قرار دیا:

"The Court reasoned: ..The first amendment was added to the constitution... as a guarantee that neither the power nor the prestige of the Federal Government would be used to control, support, or influence the kinds of prayers of American people can say". (453)

دستور میں پہلی ترمیم کا اضافہ کیا گیا۔ ایک ضمانت کے طور پر کہ نہ تو وفاقی حکومت کے

اختیارات اور نہ ہی وقار کو امریکی عوام کے ادائیگی عبادات کے طریقوں کو کنٹرول کرنے، مدد دینے یا ان پر اثرانداز ہونے کیلئے استعمال نہیں کیا جائے گا۔

امریکی معاشرہ میں مذہب کا مرتبہ اور فرد و مذہب کے باہمی تعلقات میں ریاست کے کردار کی کیا نوعیت ہے اس کی تشریح امریکی سپریم کورٹ نے (Abington School District V. Schempp.(1963) نامی مقدمہ میں یوں کی ہے:

"The place of religion is our society is an exalted one, achieved through a long tradition of reliance on the home, the Church and the inviolable citadel of the individual heart and mind. We have come to recognize throng bitter experience that it is not wthin the power of government to invade that citadel... In the relationship between man and religion, the State is firmly committed to a position olf neutarlity". (454)

ہمارے معاشرے میں مذہب کا مقام بڑا واضح ہے۔ جو ملک اور چرچ اور ہر فرد کے دل ودماغ کے مضبوط حصار پر اعتماد کی ایک طویل روایت سے حاصل ہوا ہے۔ ہم اپنے تلخ تجربات کے نتیجے میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس مضبوط حصار پر حملہ آور ہونا حکومت کے اختیارات میں شامل نہیں۔ انسان اور مذہب کے باہمی تعلقات میں ریاست اپنے غیر جانبدارانہ کردار پر مضبوطی سے کاربند رہے گی۔

امریکی حکومت فرد اور مذہب کے معاملے میں غیر جانبدارانہ کردار کی دعویدار ہے۔ مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ قرار دیا ہے۔ لیکن ماضی میں امریکہ میں بھی توھین مذہب کے مجرم کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ مثلاً امریکہ کی ریاست ورجینا میں سترھویں صدی میں یسوع مسیح اور تثلیث کی توھین پر سزائے موت کا قانون نافذ تھا۔ یہ قانون ۱۶۱۱ء میں بنا۔

۱۸۱۰ء میں امریکی عدلت کے ایک جج نونن نے مذہب کی تضحیک اور توھین کو جرم قرار دیا تھا (۴۵۵)

برطانیہ کی طرح امریکہ میں بھی صرف مسیحیت کو ہی قانونی تحفظ حاصل

ہے۔ ۱۸۱۱ء میں نیویارک کے ایک مقدمہ (People V. Ruggles)میں عدالت نے قرار دیا تھا کہ امریکہ میں صرف مسیحی مذہب کو تحفظ حاصل ہے اور صرف مسیحی مذہب کی توہین کرنے والا جرم کا مرتکب ٹھہرے گا(۴۵۶)

مغربی معاشرہ جس طرح مذہب سے دور ہوتا جارہا تھا اس کا اظہار عدالتی فیصلوں کے ذریعے سے بھی ہوا۔ ۱۸۲۵ء میں مسٹر جیفرسن نے قرار دیا کہ مسیحیت ملکی قانون کا حصہ نہیں ہے اور مذہب یا لادینیت دونوں ہی حکومت کے دائرہ کار سے تعلق نہیں رکھتے۔(۴۵۷)

برطانیہ کے لارڈ چیف جسٹس نے پریس کی آزادی کو مذہب پر مقدم کرنے کا جو فیصلہ ۱۸۸۳ء میں دیا تھا اس کے اثرات امریکی معاشرہ پر بھی پڑے "بلاس فیمی" کے تمام مقدمات میں ملزموں نے اس فیصلے کی رعایت سے فائدہ اٹھایا۔ انہیں سخت سزائیں نہ دی گئیں "بلاس فیمی" کے واقعات کو قانونی اعتبار سے کوئی اہمیت نہ دی گئی۔ ان کے مرتکبین کو عدالتوں نے کٹہرے میں طلب نہ کیا گیا۔ اب صوتحال یہ ہے کہ امریکی عدالتوں میں توھین مذہب کا کوئی مقدمہ دائر نہیں ہوتا ہے اور یورپ کی طرح امریکی عوام نے بھی یہ یقین کرلیا ہے کہ خدا مسیح اور مسیحیت کے تحفظ کیلئے قانون کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی خدا اور یسوع مسیح ایسے تحفظات کے محتاج ہیں۔

اگرچہ یورپ کی طرح امریکہ کا قانون بھی توھین مذہب کا ارتکاب کرنے والوں کے معاملے میں ماضی کی نسبت سخت نہیں رہا۔ مجرموں کو جرم کی سنگینی کے مقابلے میں نہایت معمولی سزائیں مقرر کی گئی ہیں اس کے باوجود امریکی عوام مسیحیت، یسوع مسیح، صلیب اور بائیبل وغیرہ کی توہین و تضحیک پر اپنے غم وغصہ کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں اور اپنے مذہب کی ھتک برداشت نہیں کرتے۔

۱۹۸۸ء کے دوران "The Last Temptation of Christ" نامی ایک فلم امریکی سینماؤں میں نمائش کیلئے پیش کی گئی جس میں مسیح اور مریم مگدلینی کے جنسی مراسم اور عریاں مناظر پیش کیے گئے اور یہ دکھایا گیا تھا کہ یسوع مسیح نے صلیب پر جان نہیں دی تھی بلکہ انہوں نے شادی کی اور ایک بھرپور زندگی گزاری تھی۔ مسیح اور مریم مگدلینی کے جنسی تعلقات اور عریاں مناظر تو شائد۔۔۔ امریکی عوام کے نزدیک قابل اعتراض نہ ہوں

گے لیکن یسوع مسیح کا صلیب پر جان نہ دینا اور ان کا شادی کرنا اس فلم کے مناظر میں شامل تھا اور ایسے مناظر مسیحی عقائد کے برخلاف تھے لہذا اس فلم کے خلاف عوامی رد عمل سامنے آیا پورے امریکہ میں اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ جن سینماؤں میں یہ فلم نمائش کیلئے پیش کی گئی تھی ان کا گھیراؤ کیا گیا اور ان کا دائمی بائیکاٹ کرنے کی دھمکیاں دی گئیں (۴۵۸)

امریکہ کی مشہور گلوکارہ میڈونا (Medona) پر ایک گانا "Like a prayer" فلمایا گیا۔ جس میں چرچ اور صلیب جیسے مسیحی شعائر کے تقدس کے منافی بعض مناظر فلمبند کیے گئے تھے۔ جب یہ گانا مارکیٹ میں آیا تو اس کی مخالفت کی گئی۔ میڈونا کو عوامی غیظ وغضب کا سامنا کرنا پڑا۔ مشروبات کی ایک کمپنی میڈونا کو اپنے ٹیلیویژن کے اشتہارات میں بطور ماڈل دکھایا کرتی تھی۔ اس کمپنی پر عوام اور مختلف اداروں کی طرف سے اس قدر دباؤ ڈالا گیا کہ کمپنی نے میڈونا کو اپنے اشتہارات میں بطور ماڈل دکھانا بند کر دیا (۴۵۹)

مارچ ۱۹۹۳ء میں امریکہ کی ریاست ٹیکساس کے ایک شخص ڈیوڈ کوریش نے خود کو یسوع مسیح ہونے کا دعوی کیا اس خود ساختہ مسیح کے خلاف ریاستی پولیس نے مسلح کاروائی کی (۴۶۰)

ٹیکساس ہی میں اسی سال واکو شہر کے قریب ایک اور شخص نے یسوع مسیح ہونے کا دعوی کیا۔ اس کا نام ورنن ہاول تھا اور "ڈیویڈین" نامی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس جھوٹے یسوع کے خلاف بھی ٹیکساس کی پولیس نے کاروائی کی۔ ایک زبردست پولیس مقابلے میں چار وفاقی سرکاری ایجنٹوں سمیت چھ افراد مارے گئے (۴۶۱)

کن کن چیزوں کی توہین مستوجب سزا ہے

دنیا کے تمام ممالک کے عصری قوانین میں بعض چیزوں کی توھین کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے۔ جن میں سے بعض کی توہین پر مجرم کو موت کی سزا کے قوانین نافذ ہیں۔ انسانی معاشرے میں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی عزت واحترام کرنا نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ان کی توہین سے معاشرے کی اجتماعیت کے ساتھ ساتھ فرد کی انفرادیت کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہذا فرد اور معاشرے کے بہترین مفاد کیلئے

مختلف ممالک کے قانون سازوں نے ان چیزوں کی توہین پر سخت سزائیں تجویز کی ہیں۔ آج کل کے قوانین میں جن چیزوں کی توہین کو جرم قرار دیا گیا ہے ان میں سے چند اہم یہ ہیں: ریاست کی توہین وغداری، ہتک عزت، سربراہ مملکت کی توہین، توہین عدالت، آئین کی توہین، قومی پرچم کی توہین، قومی راز کی توہین اور مال کی توھین وغیرہ وغیرہ۔

ریاست سے غداری کی سزا موت

موجودہ زمانے میں ریاست انسانی معاشرے کا سب سے زیادہ بااختیار ادارہ بن چکا ہے۔ ریاست کی حاکمیت اعلیٰ کا انکار کرنا اور اس سے عدم وفاداری کا اظہار کرنا ریاست کی توھین کرنے کے مترادف ہے۔ جسے سیاسی اصطلاح میں ریاست سے غداری کہا جاتا ہے۔ دنیا کے ہر ملکی دستور میں ریاست سے وفاداری ہر شہری کا بنیادی فرض قرار دیا گیا ہے اور ریاست سے غداری کی سزا موت ہے۔

مثلاً برطانیہ میں غداری سے متعلق جتنے بھی قوانین آج نافذ ہیں جن کے تحت ریاست سے غداری کی سزا پھانسی پر لٹکادینا ہے(Death of by Hanging)وہ سب (Treason Acts 1351,1702,1795) پر انحصار کرتے ہیں۔ بعد میں ان قوانین میں (Law Commission 1977)کے تحت اصلاحات بھی کی گئیں(۴۶۲)

امریکہ میں ۱۷۹۰ء کے ایکٹ کے تحت بغاوت کی سزا پھانسی تھی لیکن خانہ جنگی (سول وار) کے بعد اس میں ترمیم کر کے صرف موت کی سزا رکھی گئی اس کے ساتھ ہی عدالتوں کو یہ صوابدیدی اختیار دے دیا گیا کہ وہ مجرموں کو موت کی بجائے قید بامشقت کی سزادے دیں جو پانچ سال سے کم نہ ہو اور جرمانہ کی سزا دیں(۴۶۳)

سربراہ مملکت کی توھین کی سزا موت

بہت سے ممالک کے دساتیر میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مملکت کے سربراہ کی توھین کرنا ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا موت ہے۔

ہلسبری لاز آف انگلینڈ(Halsbury Laws of England)میں ہے کہ برطانیہ کے بادشاہ اس کے تخت کے وارث بڑے بیٹے اور ملکہ کو غداری سے متعلق قانون (Law of Treason)کے تحت تحفظ حاصل ہے(۴۶۴) باشاہ سے جنگ کرنا، اس کے

دشمنوں کی مدد کرنا، بادشاہ، ملکہ اور اس کے بڑے بیٹے اور وارث کی موت کا باعث بننے کو غداری کا جرم قرار دیا گیا ہے (۴۶۵) برطانوی قانون میں غداری کے جرم کی سزا موت ہے۔(۴۶۶)

عراق میں ۱۹۸۲ء کے ایک قانون کے تحت صدر صدام حسین اور اعلی سرکاری حکام کی شان میں گستاخی کرنے والے کسی بھی شخص کو موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔ عراق کے آئین کی دفعہ ۲۰۶ کے تحت جن بارہ موضوعات پر لکھنا قطعی ممنوع ہے ان میں صدر عراق کی ذات سرفہرست ہے(۴۶۷)

سویڈن کے دستور کے آرٹیکل ۵۵ اور نیدرلینڈز کے دستور کے آرٹیکل ۳ کے تحت بادشاہ کو ایک مقدس شخصیت قرار دیا گیا ہے (۴۶۸) بادشاہ کی اہانت قابل تعزیر جرم ہے۔ بادشاہ کا کوئی اقدام بھی ہر قسم کی چارہ جوئی سے بالا تر ہے۔ سویڈن کے دستور کے تحت بادشاہ یا کسی دوسرے شاہی فرد کی توہین قابل تعزیر جرم ہے(۴۶۹)

سپین کے دستور کے آرٹیکل ۸ کے تحت سپین کے بادشاہ کو مقدس کہا گیا ہے اور تمام سپینی باشندوں پر اس کی عزت کرنا لازم ہے(۴۷۰)

آئین کی توہین کی سزا موت

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کو منسوخ کرنے یا منسوخ کرنے کی کوشش یا سازش تیار کرنے، اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے یا ایسا کرنے کی کوشش یا سازش تیار کرنے کیلئے غیر دستوری طریقے سے طاقت کا استعمال کرنے یا طاقت کا مظاہرہ کرنے کے اقدام کو غداری قرار دیا گیا ہے اور ان تمام کاموں کی مدد واعانت بھی جرم غداری آئین کے آرٹیکل ۶ کے الفاظ یہ ہیں:

"6(1) Any person who abrogates or attempts or conspires to abrogate, subverts or attempts or conspires to subvert the constitution by use of force or show of force or by other unconstitutional means shall be quilty of high treason.

(2) Any person aiding or abetting the acts mentioned in the clause (1) shall like-wise be guilty of high treason.

(3) [Majlis-e-Shoora (Parliament)] shall by law for the punishment of persons found provide guilty of high treason". (471)

توھین عدالت قابل تعزیر جرم

دنیا کے تمام ممالک میں عدالتوں کو دستوری وقانونی تحفظ حاصل ہے اور عدالت کی توھین قابل تعزیر جرم ہے۔

برطانیہ کے قانون توھین عدالت((Contempt of Court Act,1981) کی دفعہ ۱۴ کے تحت توھین عدالت کے مرتکب کو زیادہ سے زیادہ دو سال تک قید کی سزا دی جاسکتی ہے اور پانچ سوڈالر تک جرمانہ ہوسکتا ہے(۴۷۲)

امریکی قانون کے تحت عدالت کا جج توھین عدالت کے مرتکب کو کمرہ عدالت میں موقع پر ہی سزا سنانے کے بہت وسیع اختیارات رکھتا ہے۔(۴۷۳)

بھارتی دستور کے آرٹیکل (۲)۱۴۲ کے تحت سپریم کورٹ کو دستوری طور پر یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ توھین عدالت کے مرتکب کو سزا دے۔

پاکستان کے دستور کی دفعہ ۲۰۴ کے تحت سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کو توہین عدالت کا ارتکاب کرنے والے شخص کو سزا دینے کے اختیارات حاصل ہیں۔

"ریاست بنام مجیب الرحمن شامی وغیرہ" ۱۹۷۳ء مقدمہ میں لاہور ہائی کورٹ نے یہ قرار دیا کہ عدالت کی توھین ریاست کے خلاف ایک جرم ہے(۴۷۴)

توھین عدالت کے قانون کا مقصد یہ ہے کہ عوام کا عدالتوں پر اعتماد برقرار رہے اور عدالتیں عوام میں باوقار رہیں۔ لاہور ہائی کورٹ نے لکھا ہے:

"The purpose of a proceeding in contempt to preserve the confidence of the public in the Court and not to the protection of individual Judges". (475)

توہین عدالت کی کاروائی کا مقصد ججوں کا تحفظ کرنا نہیں ہے بلکہ عدالت پر عوام کے اعتماد کو قائم ومحفوظ رکھنا ہے۔

ھتک عزت

ہر مہذب معاشرے میں انسان کی ذاتی عزت ایک محترم چیز ہوتی ہے۔ اسے قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ ہر انسان کا یہ حق ہے کہ اس کی ذات کا احترام کیا جائے اس کی توھین نہ ہو۔ ہر ملک کا دستور اپنے شہری کو یہ حق عطا کرتا ہے۔ ھتک عزت کے مرتکب کو سزا دینے کے تعزیراتی ضابطے موجود ہیں۔ ھتک عزت کے مرتکب کا فعل متاثرہ شخص کیلئے موجب اذیت بنتا ہے۔ اس فعل کے اذیت ناک ہونے کا انحصار معاشرے کے عرف اور عادت اور متاثرہ شخص کی معاشرتی حیثیت پر ہوتا ہے۔ جو شخص معاشرے میں جتنی زیادہ حیثیت کا حامل ہوگا اس کے خلاف ھتک عزت کا فعل اس کیلئے اتنا ہی زیادہ اذیت ناک ہوسکتا ہے۔ اس فعل میں متاثرہ شخص کو جتنی زیادہ اذیت اور معاشرتی وقار کو نقصان پہنچا ہو، مجرم کو اتنی ہی زیادہ سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

برطانوی قانون میں ھتک عزت(Defamation) کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"A statement is defamatory of the person of whom it is published if it tends to lower him in the estimation of right thinking members of society or if it exposes him to public hatred, contempt or ridicule or if it causes him to be shunned or avoided". (476)

کسی شخص کے بارے میں شائع ہونے والا ایسا ہر بیان توھین آمیز ہے جو اسے معاشرے کے سلیم سوچ رکھنے والے افراد کی نظروں سے گرادے، یا اس کے باعث اسے عوامی نفرت ، حقارت یا تمسخر کا سامنا کرنا پڑے یا ایسا بیان عوام کی جانب سے اسے نذرانداز کیے جانے کا باعث بنے۔

برطانیہ کا قانون نہ صرف زندہ بلکہ فوت شدہ شخص کی ھتک عزت کو بھی جرم قرار دیتا ہے۔ ہلسبری لاز آف انگلینڈ میں لکھا ہے:

"However criminal proceedings may be instituted in respect of libel on a dead person. Published with the intention of his surviving relatives so that they may be existed to revenge and to a breach of the peace". (477)

تاہم کسی مردہ شخص کے بارے میں ایسی توہین آمیز تحریر کے خلاف فوجداری کاروائی ہوسکتی ہے جو اس ادارے یا ممکنہ طور پر اس رجحان کے ساتھ شائع کی گئی ہو کہ مردہ شخص کے زندہ رشتہ داروں کی شہرت کو نقصان پہنچے اور ان کی زندگی کا مقصد انتقام لینا یا نقص امن کا باعث بن جائے۔

ہتک عزت کے مجرم کو برطانوی قانون کے تحت دوسال تک قید یا عدالت کی طرف سے عائد کردہ جرمانہ یا دونوں سزائیں اکٹھی دی جاسکتی ہیں (۴۷۸)

کسی شخص کی معاشرتی عزت وشہرت کا تعین کرنے کیلئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے اس کی وضاحت لارڈ ڈیننگ(Lord Denning) نے ایک مقدمہ کے فیصلہ میں یوں کی ہے:

"The order to arrive at a man's character and reputation you should call those who know him and have had dealings with him; for they provide the only sound formadation on which to build:. (479)

[Plate Films Ltd. V. Speidal(1961) A.C. 1990]

کسی آدمی کے کرداراور شہرت کا تعین کرنے کیلئے تمہیں ان لوگوں کو بلانا ہوگا جو اسے جانتے ہوں اور اس کے ساتھ معاملات کرتے رہے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ ہی وہ مضبوط بنیاد فراہم کرسکتے ہیں جس پر اس آدمی کے کردار کی عمارت کھڑی کی جائے گی۔

لہذا انگریزی قانون میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ کسی شخص کی نیک نامی، شہرت اور عزت کا اندازہ ان لوگوں سے لگایا جائے گا جن کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور اس معاشرے سے لگایا جائے گا جس میں وہ رہتا ہے۔ ہتک عزت کے مرتکب کی متاثرہ شخص کے بارے میں رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ مثلاً وہ یہ کہے کہ میں اسے اس عزت کے قابل نہیں سمجھتا یا یہ اتنا صاحب عزت نہیں ہے۔ معاشرہ اور متعلقہ افراد کے ہاں اس شخص کا جو مقام ومرتبہ ہے وہی اس کی اصل عزت وشہرت ہوگی اور اسے قانونی تحفظات حاصل ہوں گے۔

مصر میں بھی ہتک عزت کا قانون نافذ تھا لیکن مصری پارلیمنٹ نے جون ۱۹۹۶ء میں ہتک عزت کا قانودن ختم کردیا کہ اس سے آزادی کو زد پہنچتی تھی (۴۷۹-۱)

قومی پرچم کی توہین

قومی پرچم ہر ملک وقوم کے وقار اور عزت کی علامت ہوتا ہے۔ قومی پرچم کی توھین قابل مواخذہ ہے۔

شروع میں امریکہ کی بہت سی ریاستوں میں یہ قانون نافذ تھا کہ امریکی پرچم کو پھاڑنا، جلانا یا اس پر کچھ لکھنا یا نشان وغیرہ بنانا جرم ہے۔ ۱۹۷٦ء میں (Sutherland V. Iillinois) نامی مقدمہ میں عدالت نے پرچم جلانے کی ممانعت کے قانون کو برقرار رکھا (۴۸۰) لیکن امریکی پرچم کے تقدس کو بھی پامال کیا (۱۹۸۹ء میں امریکی سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ بطور احتجاج امریکی پرچم نذر آتش کرنے کو امریکی دستور کا تحفظ حاصل ہے۔ صدر جارج بش نے اس پر تنقید کی اور کانگریس کو کہا کہ دستور میں ترمیم کرے تاکہ پرچم جلانے کا فعل قابل سزا ہو ۴۸۱)۔ اب امریکہ میں یہ قانون بنادیا گیا ہے کہ امریکی پرچم کو جلایا نہیں جاسکتا (۴۸۲)

سویڈن کے دستور کے تحت ملکی پرچم کی توہین قابل تعزیر جرم ہے (۴۸۳)

مہاتما بدھ کے مجسمے کی توھین کی سزا موت

چین کے فوجداری قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ بدھ مت کے بانی مہاتما بدھ کے مجسمے کی توھین کرنا جرم ہے۔ جس کا ارتکاب کرنے والے مجرم کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ ایسے ہی ایک مجرم کو عدالت کی طرف سے سزائے موت سنائی گئی اور اس کا سر قلم کردیا گیا۔ ۴۔ جون ۱۹۹۵ء کو وانگ ہونگ نامی شخص اور اس کا ساتھی صوبہ سی چوان کے ایک مندر میں چھپ گئے اور رات کے وقت آری کی مدد سے مہاتما بدھ کے بت کا سر کاٹ کر لے گئے۔ جس پر ملزم کو گرفتار کرلیا گیا اور ۲۹۔ مارچ کو عدالت نے جرم ثابت ہوجانے پر مذکورہ شخص کو سزائے موت سنادی اور اس کا سر قلم کردیا گیا (۴۸۴)

قتل/چوری کی سزا موت

چین میں قتل اور چوری کے جرائم پر مجرموں کو گولیوں سے اڑا کر موت کی سزا دی جاتی ہے۔ چین کے ایک اخبار چیانگ زی اور بیجنگ ریڈیو نیوز کے حوالے سے پاکستانی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ۲۱ سے لے کر ٦۹ برس کی عمر تک کے ۱۸ چینیوں کو

مختلف جرائم کے ارتکاب پر چانگ کے علاقہ میں گولی سے اڑادیا گیا۔ ایک روز نان چانگ کے علاقہ میں بھی پانچ افراد کو قتل اور چوری کے جرائم پر گولیوں سے اڑادیا گیا(۴۸۵)

قانون توھین رسالت اور حق اظہار رائے کا جائزہ

قانون توھین رسالت کے خلاف پراپیگنڈہ کیاجاتا ہے کہ یہ قانون آزادی اظہار رائے کے منافی ہے۔ اس نے انسان کے بنیادی حق اظہار رائے کو سلب کرلیا ہے۔ ہر انسان کو یہ بنیادی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار دوسروں سے کرے۔ توھین رسالت کا قانون اس حق کے استعمال میں رکاوٹ بنتا ہے۔ موت کی سزا کا خوف انسان کو اس کے خیالات کے اظہار سے باز رکھتا ہے۔

حق کوئی بھی ہو مادر پدر آزاد نہیں ہوتا۔ ہر حق کسی نہ کسی پابندی سے مشروط ہوتا ہے۔ مہذب معاشرہ فرد کو اس کی رائے کے اظہار کا حق دیتا ہے لیکن حق کا استعمال کچھ پابندیوں کے تحت ہی ہوگا۔ یہ پابندیاں معاشرہ وقتاً فوقتاً عائد کرتا رہتا ہے۔ ایسی پابندیاں دراصل فرد کے دیگر حقوق کے تحفظ کیلئے ہی ہوتی ہیں۔ ایک فرد کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنے کسی حق کا استعمال ایسے انداز سے کرے جس سے دوسروں کے حقوق متاثر ہوں۔ حق اظہار رائے کی حدود وہاں ختم ہوجائیں گی جہاں اس کے استعمال سے دوسرے کی ذات کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

انسانی معاشروں نے جب بھی معاہدات عمرانی کیے ان میں حق رائے پر بعض پابندیاں عائد کی گئیں۔ انسانی حقوق کے یورپی معاہدہ

"European Convention of Human Rights"

میں آزادی اظہار رائے کو چند ایسی پابندیوں سے مشروط کردیا گیا ہے جنہیں بذریعہ قانون نافذ کیا گیاہو۔ اس معاہدہ کے آرٹیکل ۱۰ کے الفاظ یہ ہیں:

"Article 10: The exercise of the right to freedom of expression may be subject to such restrictions or penalities as are prescribed by law... for the protection of the rights of others". (486)

دوسروں کے حقوق کے تحفظ کیلئے حق آزادی اظہار کو ایسی پابندیوں یا سزاؤں کے

تحت کیاجاسکتا ہے جنہیں قانون نے تجویز کیا ہو۔

مغرب میں آزادی کے نعرے کو بہت پذیرائی حاصل ہے باور کرایا جاتا ہے کہ وہاں ہر فرد آزاد ہے۔ تحریر و تقریر کی آزادی حاصل ہے۔ مغرب کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ ہر فرد کو آزادی حاصل ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے حتی کہ اگروہ خدا بن سکتا ہے تو اسے خدا بننے کی بھی آزادی ہے۔ آزادی اظہار کو ہر قسم کی پابندیوں سے مبرا قرار دینے کے علمبرداروں میں سے ایک جسٹس ڈگلس(Justice Douglas) کی شخصیت ہے جس کے بارے میں لکھا ہے:

"There are some, such as Justice Douglas, who believe that the right of free speech is absolute and should never be curtailed". (487)

جسٹس ڈگلس کی طرح کچھ لوگ ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آزادی اظہار کا حق مطلق ہے اور اسے کبھی بھی محدود نہیں ہونا چاہیے۔

کسی بھی مطلق اور لامحدود آزادی کا تصور مہذب انسانی معاشرے میں نہیں ہوسکتا۔ ایک فرد کا لامحدود حق دوسرے فرد کے حقوق کو غصب کرے گا۔ ایسے معاشرے میں قانون اور اصول کی بجائے جبر اور طاقت کی حکمرانی ہوگی۔ جینے کا حق صرف اسے ہوگا جو طاقتور ہو۔ کمزور کو زندگی بھیک میں بھی نہیں ملے گی۔ ایسا چلن جنگل کے جانوروں کی زندگی میں پایا جاتا ہے جہاں زبردست کمزور کو مار کھاتا ہے لیکن انسانی معاشرے میں اس کا تصور محال ہے۔ معاشرتی طور پر ہر انسان ضروریات زندگی کی تکمیل و حصول میں دوسرے انسان کا کسی نہ کسی طور سے محتاج ضرور ہے۔ وہ طاقتور ہو یا کمزور۔ امیر ہو یا غریب معاشرتی احتیاجات اور ضرورتوں کے حوالے سے یہ لازمی ہے کہ معاشرے میں طاقتور بھی رہیں اور کمزور بھی۔ امیر بھی پائے جاتے ہوں اور غریب بھی زندہ رہیں۔ معاشرہ فرد کو جہاں حقوق دیتا ہے وہیں ان پر بعض مناسب اور ضروری پابندیاں عائد کر کے دراصل انہی حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ ان پابندیوں کے ہوتے ہوئے ایک فرد اپنے حق کے استعمال سے دوسروں کے حقوق کو نقصان نہیں پہنچائے گا اسی طرح اس کے اپنے حقوق کو بھی دوسروں کے حقوق کے استعمال کے نتیجے میں ممکنہ نقصان سے تحفظ مل جاتا ہے اس تحفظ کو یقینی

بنانے کیلئے حق اظہار کو وقتی طور پر محدود بھی کیا جاسکتا ہے۔، سلب بھی کیا جاسکتا ہے اور بعض پابندیوں سے مشروط بھی کیا جاسکتا ہے۔ فرد کے مفاد کے مقابلے میں معاشرہ کے مفاد کو ترجیح دی جائے گی۔

مغربی قوانین میں آزادی تقریر کے حق پر بعض پابندیاں عائد کر کے اسے محدود کردیا گیا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی کی توہین کرتا ہے، فحش کلامی کرتا ہے یا اس کی تقریر مفاد عامہ کے خلاف ہے تو وہ آزادی تقریر کا حق مطلق استعمال نہیں کرسکتا۔ یہ فیصلہ کرنا کہ مفاد عامہ کب اور کیسے اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ کسی کے حق تقریر کو محدود یا سلب کرلیا جائے، اس بارے میں امریکہ کے جسٹس ہالمز(Justice Holmes) نے ایک نظریہ پیش کیا جو "Clear and Present Danger Theory" کے نام سے مشہور ہے۔ اس نظریہ کے تحت جب بھی کسی فرد کے حق تقریر کے استعمال سے معاشرے میں مفاد عامہ کو واضح اور فوری خطرہ لاحق ہوجائے تو اس کے حق تقریر کو محدود کردیا جائے گا(۴۸۸) جسٹس ہالمز نے مفاد عامہ کو واضح اور فوری خطرہ کے پیش نظر کسی کے حق تقریر کو محدود یا سلب کرنے کا فیصلہ دیا تھا لیکن بعد میں بیسویں صدی کے نصف یعنی پچاس اور ساٹھ کی دہائیوں میں امریکی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس فریکنفرٹر(Felix Frankfurter) نے جو فیصلے دیے ان کی رو سے فوری خطرہ ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی بھی شخص کو اظہار تقریر سے محروم کیاجاسکتا ہے اگر اس سے نقص امن کا صرف خدشہ اور توقع ہی ہو۔ اس نےاپنے فیصلے میں لکھا:

"Accordingly, it appears that "present" danger is no longer required to punish on exercise of speech, it is sufficient if there is "probable" danger of breach of the peace" (479)

امریکہ کے دستور میں ۱۷۹۱ء میں کی گئی پہلی ترمیم کے تحت آزادی تقریر کی ضمانت دی گئی ہے لیکن اس آزادی پر وقت، جگہ اور طریقے کے حوالے سے مناسب پابندیاں عائد کی جاسکتی ہیں۔

امریکی ٹیلیویژن کے "Cable News Network"(CNN) پر دکھائے

جانے والے پروگرام "In the Cross Fire" میں سابق امریکی صدر ریگن کے ڈائریکٹر کمیونی کیشنز نے واضح الفاظ میں کہا کہ آزادی تحریر کا مطلب جان بوجھ کر کسی کی دل آزاری اور ہتک کرنا نہیں۔ ایک مقام ایسا آجاتا ہے جہاں آزادی تحریر کا قانون ختم ہوجاتا ہے۔اور ہتک عزت کا قانون شروع ہوجاتا ہے۔(۴۹۰)

قانونی پہلو کے علاوہ واقعی اور عملی اعتبار سے بھی مغرب میں کوئی شخص حق اظہار رائے کے استعمال میں مطلق آزاد نہیں ہے۔ اگر کوئی فرد یا ادارہ اس حق کو مغربی معاشرے کے مذہبی اور معاشرتی عقائد واقدار کے منافی استعمال کرتا ہے تو اسے زبردست عوامی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے مذہبی و معاشرتی عقائد کے منافی جو چیز وہاں کے قانون میں پائی جانے والی رعایتوں یا سقم کی وجہ سے منظر عام پر آجاتی ہے وہ عوامی رد عمل اور احتجاج کی وجہ سے جاری نہیں رہ سکتی۔

برطانوی ٹیلیویژن کے چینل فور پر رات کو "دی لائف آف برائن" نامی فلم دکھائی گئی جس میں یسوع مسیح کو برہنہ حالت میں اپنی ایک گرل فرینڈ جوڑتے کے ساتھ دکھایا گیا۔ یہ فلم ۱۹۷۹ء میں مکمل ہوئی۔ لیکن عام سینما گھروں میں اس کی نمائش کی اجازت نہیں دی گئی۔ پھر ایک سینما نے اس کی نمائش کا اہتمام کیا تو ہجوم نے اس سینما پر بلہ بول دیا۔ اس فلم کا اصل نام لائف آف کرائسٹ "تھا لیکن اس کا نام بدل کر" دی لائف آف دی برائن" کے نام سے پیش کی گئی تھی۔(۴۹۱)

برطانیہ میں آزادئ تحریر کا حق بھی مطلق نہیں ہے بلکہ ریاست کے رازوں کی سالمیت کے ساتھ مشروط ہے برطانیہ میں "Spy Catcher" نامی کتاب پر پابندی لگادی گئی تھی۔ برطانوی وزیر داخلہ نے بیان دیا کہ برطانوی قانون کے تحت کوئی سرکاری ملازم۔ حال یاسابقہ۔ سرکاری راز افشاں نہیں کرسکتا۔ اس لئے اس کتاب پر پابندی لگا دی گئی(۴۹۲)

برطانیہ کے فلم بورڈ "The British Board of Film Classification"(BBFC) نے ایک پاکستانی فلم "انٹر نیشنل گوریلے" پر پابندی لگادی۔ یہی بورڈ "دی لائف آف برائن" نامی فلم پر پابندی نہیں لگاتا جس میں یسوع مسیح کو نعوذ باللہ برہنہ حالت میں اپنی ایک گرل فرینڈ کے ساتھ دکھایا گیا تھا "انٹر نیشنل گوریلے" پر

پابندی لگانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فلم بورڈ نے کہا کہ اس فلم میں ایک برطانوی شہری سلمان رشدی کی توہین کر کے (Criminal Bible) کا ارتکاب کیا گیا ہے جو ایک سنگین جرم ہے۔(۴۹۳) برطانوی قانون کے نزدیک ایک شہری سلمان رشدی کی توہین جرم ٹھہرا لیکن یسوع مسیح کی توہین جرم قرار نہ پاسکا۔ "انٹرنیشنل گوریلے" نامی فلم میں سلمان رشدی کو آسمانی عذاب سے مرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ اس کی یہ توہین برطانیہ کو برداشت نہ ہوسکی لیکن سلمان رشدی کی کتاب (Stanic Verses) شیطانی آیات سے برطانیہ کے ہزاروں مسلمان شہریوں اور دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کی جو دل آزاری ہوئی اسے انسانی عزت وقار کا مسئلہ نہ بنایا گیا۔

امریکی سی آئی اے (CIA) کے ایک سابق ایجنٹ اور کیمبرج یونیورسٹی کے فارغ التحصیل فلپ ریجی کا واقعہ ہے کہ اس نے سی آئی اے کو چھوڑنے کے بعد اس ادارے کے معاملات سے متعلق انکشافات پر مبنی کتاب لکھنا شروع کی تو اس پر بے حد دباؤ ڈالا گیا۔ اسے دھمکیاں دی گئیں یہاں تک کہا گیا کہ اسے سی آئی اے قتل کرادے گی۔ اس دباؤ سے مجبور ہو کر مسٹر فلپ ہمیشہ کیلئے انگلستان چھوڑ کر چلا گیا۔(۴۹۴)

امریکہ میں مشروب "پیپسی کولا" کی فرم نے ٹیلیویژن پر ایک اشتہاری فلم چلائی جس میں گلوکارہ "میڈونا" نے "Like a Prayer" نامی گانا گایا تھا۔ جس میں قربان گاہ پر صلیب اور کرائسٹ کے ساتھ میڈونا کو نامناسب حرکات کرتے دکھایا گیا تھا۔ امریکن فیملی ایسوسی ایشن نے اس اشتہاری فلم کے خلاف احتجاج کیا اور قومی سطح پر "پیپسی کولا" کے بائیکاٹ کی اپیل کی۔ اس عوامی رد عمل اور دباؤ کی وجہ سے پیپسی کولا فرم نے اپنی اشتہاری فلم واپس لے لی(۴۹۵)

یہ واقعات اس امر کی نشاندھی کرتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کا معاشرہ حق اظہار رائے کے ہر اس انداز کو برداشت نہیں کرتا جو ان کی مذہبی و معاشرتی اقدار کے منافی ہو اور ان کی توہین ہوتی ہو۔ لیکن اگر کوئی بات اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو تو اسے آزادی اظہار رائے سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اس کے دفاع میں مغرب اپنا بھرپور "کردار" ادا کرتا ہے۔

پاکستان کے ہمسایہ ملک چین میں اظہار رائے کے حق سے متعلق ان کا اپنا قانون ہے۔ لیکن احترام مذہب کے حوالے سے حق اظہار رائے کے غلط استعمال پر چینی حکومت

کی جانب سے راست اقدام قابل تحسین امر ہے۔ چین میں دو افراد کیلئے (Ke Le) اور سنگ یا (Sang Ya) نے ایک کتاب "Aditor Gao Gouping (Sextual Customs) " یعنی "جنسی عادات" لکھی۔ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا وہ سب کا سب یورپ اور امریکہ کے ان پرچوں اور کتب سے نقل کیا گیا تھا جن کے لکھنے والے یہودی اور اسلام دشمن کمیونسٹ اور دہریے تھے۔ اس کتاب میں حج، نماز، مساجد ارو دیگر اسلامی عبادات کو جنسی رنگ دے کر جسمانی تلذذ کا ذریعہ بتایا گیا تھا۔

یہ کتاب پہلی مرتبہ مارچ ۱۹۸۸ء میں شانگھائی کلچرل پبلیشنگ ہاؤس نے شائع کی۔ لیکن عام طور پر مسلمانوں کو اس کا علم نہ ہوسکا۔ زوانگ پبلیشنگ ہاؤس نے اسے دوبارہ شائع کیا۔ مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ چینی مسلمانوں کا پہلا مظاہرہ اپریل ۱۹۸۸ء کے وسط میں گانسو صوبے میں ہوا۔ تیان من چوک میں مسلم خواتین نے مظاہرہ کیا جو حجاب میں تھیں اور اللہ اکبر کے نعرے لگارہی تھیں۔ ۱۲۔ مئی کو ظہر کے بعد صوبہ گانسو کے شہر لانزاؤ کے مرکزی چوک میں دس ہزار سے زیادہ مسلمانوں جن میں اکثریت نوجوان طلبہ لڑکوں اور لڑکیوں کی تھی، نے مظاہرہ کیا۔

چینی حکومت نے اس بات کا سختی سے نوٹس لیا لانزہاؤس میں پارٹی کے ڈپٹی سیکرٹری لی کیجان نے عیدالفطر (۸۔ مئی ۱۹۸۸ء) کے فوراً بعد مسلمان لیڈروں سے گفت وشنید کی اور باقاعدہ اظہار تاسی کے بعد معافی مانگی۔ کتاب کی ترسیل اور فروخت روک دی گئی۔ کتاب کو ضبط کرلیا گیا۔ یہ اعلان کیا گیا کہ مسلمانوں کے مطالبے کے مطابق تمام نسخوں کو جمع کر کے نذر آتش کردیا جائے گا۔ اور آئندہ سے اس کتاب کا رکھنا جرم قرار دیا گیا۔ ضبطی کے احکام میں لکھا گیا کہ یہ کتاب پبلیکیشن کے قوانین اور مذہب کے سلسلے میں حکومت چین کی پالیسی کے منافی ہے (۴۹۶)

توھین رسالت کے محرکات واسباب

یہ ایک حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں توھین کا ارتکاب کیا انمیں سے کسی کے ساتھ بھی آپ ﷺ کی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ آپ نے گالیاں دینے والوں کو کبھی گالی نہیں دی تھی۔ ستانے اور اذتیں دینے والوں کو کبھی

تنگ نہیں کیا تھا۔ راستے میں کانٹے بچھانے اور کوڑا کرکٹ پھینکنے ولوں کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔ بلکہ آپ ضعیفوں کا بوجھ اٹھانے والے، مظلوموں کا ساتھ دینے والے، بچوں پر شفقت فرمانے والے اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے والے تھے۔ دشمنان پیغمبر اسلام ﷺ کے کردار اور رویہ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ دشمنی کے جو محرکات واسباب تھے ان میں سے چند اہم یہ ہیں:

۱۔ خاندانی وقبائلی عصبیت

۲۔ آباء واجداد کے باطل عقائد کی پاسداری

۳۔ دولت وامارت کا تفاخر

۴۔ سیادت وقیادت کو خطرہ

۵۔ قیادت وحکمرانی اور دولت وشہرت کی خواہش

۶۔ تعلیمات ادیان سابقہ میں پیروکاروں کی تحریفات کی پردہ جاکی

۷۔ نبی کریم ﷺ کو اپنے مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کرنے میں ناکامی

۸۔ اسلام کے ہاتھوں ملنے والی شکست وھزیمت

۹۔ اپنے مذہب وتہذیب کا اسلام کے اثرات سے بچاؤ

۱۰۔ مسلمان حکمران قوم کے خلاف غیر مسلم محکوم رعایا کا اظہار نفرت

۱۱۔ پیغمبر اسلام اور اسلام کے بارے میں خود ساختہ باطل عقائد اور سیرت نبوی ﷺ سے ناواقفیت

۱۲۔ چند جاہل مسلمانوں کی جانب سے دوسرے مذاہب کی توھین پر رد عمل

۱۳۔ مسلمانوں کے ایمان کو کمزور کرنے کیلئے نبی کریم ﷺ کی ذات کے بارے میں تشکیک کا فروغ

۱۴۔ مسلمانوں کی سیاسی وتہذیبی قوت کو متزلزل کرنے کیلئے مذہبی فرقہ واریت کی تخم ریزی وغیرہ

پیغمبر اسلام اور سرداران قریش کا رویہ

آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ کردار کے معترف کفار مکہ بھی تھے۔ آپ

کو "الصادق" اور "الامین" کے لقب مسلمانوں نے نہیں بلکہ اہل مکہ نے دیے تھے۔ ان کے نزدیک پورے مکہ میں دیانت دار اور امانتوں کی امین شخصیت صرف آپ ہی کی تھی۔ وہ بلاخوف وجھجک اپنی قیمتی اشیاء آپ کے پاس بطور امانت رکھ چھوڑتے تھے۔ آپ کے پاس اپنی امانتوں کے محفوظ رہنے کا انہیں اتنا یقین تھا کہ تمام تر دشمنی کے باوجود وہ اپنی امانتیں آپ کے پاس ہی رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب کفار مکہ نے قتل کرنے کے ارادہ سے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا لیکن مخالفت کے اس سارے طوفان میں اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اپنی امانتوں کی واپسی کا مطالبہ کیا ہو۔ کفار مکہ کی اللہ تعالی کے نبی ﷺ کے ساتھ یہ کیسی دشمنی تھی کہ "دشمن" کو اپنے مال و دولت کا امین بھی بنایا ہوا تھا۔ اہل عرب ایک نبی کی دعا کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ان کی اس خواہش کا ذکر یوں آیا ہے:

واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لئن جاءھم نذیرلیکونن اھدی من احدی الامم (۴۹۷)

یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی خبردار کرنے والا ان کے ہاں آگیا ہوتو تو یہ دنیا کی ہر دوسری قوم سے بڑھ کر راست رو ہوتے۔

توہین رسالت کا پہلا مرتکب ابولہب تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے جب مکہ والوں کو اکٹھا کرکے ان کے سامنے پہلی مرتبہ اللہ تعالی کی وحدانیت اور اس کی طرف سے اپنے رسول مبعوث ہونے کا اعلان فرمایا تو مجمع میں سے ابولہب نے ہی آگے بڑھ کر کہا:

تبا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا (۴۹۸)

دن بھر تمہاری بربادی ہو کیا اس لئے تم نے ہمیں جمع کیا تھا۔

خاندانی وقبائلی عصبیت اور آباء واجداد کے باطل عقائد کی پاسداری

ابولہب نے گفتگو کا جو گستاخانہ انداز اختیار کیا اس کے پس منظر میں کوئی پرانی دشمنی نہیں تھی اور نہ ہی کوئی فوری وجہ اشتعال تھی۔ وہ مکہ کے روساء میں سے ایک تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ ایک غریب شخص ن کی ہمسری کر رہا ہے اور انہیں اس راستہ کی طرف بلا رہا ہے جو ان کے آباء واجداد کے طریقوں کے خلاف ہے جن پر وہ صدیوں سے عمل پیرا

رہے ہیں تو اس کے اندر کا غیض و غضب اچھل کر باہر آگیا۔ ابولہب "معززین علاقہ" کی ایک نمائندہ شخصیت تھی۔ اس کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی مخالفت کی وجوہ تلاش کی جائیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کا اعلان نبوت اہل مکہ کے باطل عقائد پر کاری ضرب تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

واذا قیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما وجدنا علیه آباءنا او لوکان الشیطان یدعوهم الی عذاب السعیر (۴۹۹)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس چیز کی جو اللہ نے نازل کی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ انہی کی پیروی کریں گے۔ خواہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ ہی کی طرف کیوں نہ بلاتا ہو۔

دولت وامارت کا تفاخر

"معززین" مکہ نے نبی اکرم ﷺ کو معاشرتی حیثیت سے اپنے سے کم تر سمجھا۔ آپ کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ چچا کے ہاں پرورش ہوئی۔ آپ کا بھائی برادری بھی نہیں تھی۔ مال و دولت کے اعتبار سے بھی دنیا والوں کی نظر میں غریب تھے۔ جب کہ ان لوگوں کی بڑی بڑی برادریاں اور قبیلے تھے۔ مضبوط سرداریاں تھیں۔ اپنے سے کم دنیاوی حیثیت کے مالک کی بات ماننا انہیں بڑا عجیب لگا۔ مکہ والوں نے عبدالمطلب کے پوتے سے وہ معاشرتی تعلقات بھی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا جو اعلان نبوت سے قبل قائم تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیوں نبوت سے قبل ابولہب کے دو بیٹوں سے نکاح ہوا تھا۔ مگر ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی۔ حضرت ام کلثومؓ کا نکاح عتبہ سے اور حضرت رقیہؓ کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا۔ ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ میرے لئے تم دونوں سے ملنا حرام ہے اگر تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو۔ چنانچہ دونوں نے حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی (۵۰۰)

ایک مرتبہ نبی رحمت ﷺ بیمار ہوگئے اور دو تین راتوں تک آپ تہجد کیلئے نہ اٹھ سکے۔ پھر ابوسفیان کی بہن اور ابولہب کی بیوی ام جمیل عوراء بنت حرب جسے قرآن میں "حمالة الحطب" (لگائی بجھائی کرنے والی) کہا گیا ہے، آئی اور کہنے لگی۔ اے

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سمجھتی ہوں کہ شیطان نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ وہ دو تین رات سے تمہارے پاس نہیں آیا (۵۰۱) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وماقلیٰ وللاخرۃ خیرلک من الاولیٰ... (۵۰۲)

قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ طاری ہوجائے (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً تمہارے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے۔

ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت میں قرآن مجید میں ایک پوری سورت نازل ہوئی جسے "سورۃ لھب" کہاجاتا ہے۔ یہ قرآن مجید کی ایک سو گیارھویں سورۃ ہے۔ جب ابولھب کی بیوی ام جمیل نے یہ سنا کہ اس کے خاوند کی مذمت قرآن میں نازل ہوئی ہے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں خانہ کعبہ پہنچی۔ اس کے ہاتھ میں کنکر تھے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق علیہ السلام کے ہمراہ خانہ کعبہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ام جمیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کھڑی ہوگئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگی، تمہارے صاحب یعنی آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں۔ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ وہ میری ہجو کرتے ہیں۔ اگر وہ مجھ کو مل جائیں تو میں یہ کنکر ان کے منہ پر ماروں۔ قسم خدا کی میں بھی شاعرہ ہوں اور اس کی ہجو میں یہ شعر کہتی ہوں:

مذمماعصینا　　وامرہ ابینا　　ودینہ قلینا

مذمم کی ہم نے نافرمانی کی اور اس کے حکم سے انکار کیا۔ اور اس کے دین کو قبول نہ کیا۔

یہ کہہ کر وہ عورت چلی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے آپ کو دیکھا یا نہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے نہیں دیکھا بلکہ اللہ نے اس کو اندھا کردیا (۵۰۳)

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی اور مخالفت میں پیش پیش مکہ کے عوام اور غریب لوگ نہیں بلکہ وہاں کے سردار اور امیر لوگ تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے انہوں نے اپنی سیاسی وسماجی حیثیت متاثر ہونے کی بو سونگھ لی تھی۔ انہوں نے سمجھا کہ اب ان کی سرداریوں اور چودراھٹوں کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کو حکومت واقتدار حاصل کرنے کی ایک چال سمجھا اور آپ سے

سیاسی سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی۔ آپ کو دولت کا لالچ دیا، شراکت اقتدار کی پیشکش کی، خوبصورت عورت سے شادی کے جال میں پھانسنے کا حربہ آزمایا۔ لیکن نبوی مشن کی غرض وغایت ان دنیاوی منفعتوں کا حصول نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے ایسی ہر پیشکش کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دیتے ہوئے ٹھکرادیا۔ سرداران قریش نے اپنی اس ناکامی پر تلملا کر نبی اکرم ﷺ پر یہ الزام لگادیا کہ آپ ان کے آباء واجداد کو گالیاں دیتے، معبودوں کی توہین کرتے اور قوم میں انتشار پیدا کرتے ہیں۔

"یہ معززین" مکہ کس طرح گستاخانہ انداز میں پیش آتے تھے اور کیسے کیسے آنجناب ﷺ کو ستاتے تھے۔ ان گستاخانہ واقعات کی یہاں گنجائش نہیں ۔ تفصیل کیلئے دیکھیے (حوالہ نمبر ۵۰۴ تا ۵۱۳)

قیادت وحکمرانی اور دولت وشہرت کی خواہش

حضرت رسول اکرم ﷺ اللہ تعالی کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ کے بعد کسی اور کا اعلان نبوت کرنا یا آپ کی نبوت میں خود کو شریک کرنے کا دعوی کرنا توہین رسالت ہے۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی زندگیوں کا سیاق وسباق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مذموم مقاصد میں سے ایک مقصد قیادت وحکمرانی اور دولت وشہرت کا حصول بھی تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ مکہ سے ایک شخص اٹھا، لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا، دشمنوں پر فتح حاصل کی اور سلطنت ودولت کا حکمران اور مالک بن گیا۔ لہذا کووں میں بھی ہنس کی چال چلنے کی خواہش نے انگڑائی لی۔

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی یمامہ کے قبیلہ بنی حنیفہ کے مسیلمہ بن حبیب الحنفی نے نبوت کا دعوی کردیا تھا۔ یہ شخص بنی حنیفہ کے وفد میں شامل ہو کر نبی اکرم ﷺ کے پاس ملنے آیا۔ لیکن واپس یمامہ جاکر مرتد ہوگیا اور لوگوں میں مشہور کردیا کہ محمد (ﷺ) نے مجھے بھی اپنے ساتھ رسالت میں شریک کرلیا ہے۔ اس نے قرآن سے ملتی جلتی کچھ آیات بھی بنالیں۔ مثلاً:

لقد انعم اللہعلی الحبلی. أخرج منهانسمةتسعی من بین صفاق وحشی (۵۱۴)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ ہوئی جو جنگ

یمامہ کہلاتی ہے اس لڑائی میں مسلیمہ کذاب حضرت وحشی کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

ایک اور شخص اسود عنسی تھا جو یمن کے قبیلہ بنو عنس کا سردار تھا۔ اس کا اصل نام عبہلۃ تھا لیکن سیاہ رنگت ہونے کی وجہ سے اسود عنسی کہلاتا تھا۔ اس نے بھی حضور ﷺ کی زندگی میں جھوٹا دعوی نبوت کر دیا تھا۔ اسود عنسی کو ۱۱ ھ میں فیروز نامی شخص نے شراب کے نشے میں مدھوش پا کر قتل کر دیا۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کے وصال مبارک سے ایک رات قبل کا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اسی وقت اس کے قتل کی خبر بذریعہ وحی مل گئی تھی۔ آپ نے صبح سب کو یہ بشارت سنائی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کے بعد یہ پہلی فتح کی بشارت تھی جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مدینہ میں ملی(۵۱۵)

ایک شخص طلیحہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں مرتد ہو کر نبوت کا دعوی کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں اسلام لے آیا۔ وہ عمرہ کرنے مکہ روانہ ہوا۔ مدینہ کے قریب پہنچا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خبر دی گئی کہ طلیحہ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: اب میں اس کے ساتھ کیا کروں۔ جانے دو۔ اللہ نے اسے اسلام کی ہدایت دے دی ہے۔(۵۱۶)

جھوٹے دعوی نبوت میں بعض عورتوں کا نام بھی آتا ہے۔ سجاح بنت حارث نے بنی تغلب میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ۱۱ ھ کو عہد ابو بکر صدیقؓ میں نبوت کا اعلان کیا۔ لیکن یہ عورت حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں راسخ العقیدہ مسلمان ہو گئی۔(۵۱۷)

ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ شاید نبوت کا منصب حکمرانی و دولت اور شہرت و عزت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ لہذا اسے استعمال کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد وہ یہ گمان کرنے لگے کہ اب نبوت کی جگہ خالی ہو گئی ہے۔ اگر ہمت کی جائے تو اس منصب پر قبضہ جمایا جا سکتا ہے۔ پھر سارا عرب و عجم اور اس کی دولت مٹھی میں ہو گی۔

پیغمبر اسلام ﷺ کو اپنے مقاصد کے کیلئے استعمال کرنے میں ناکامی

یہود ایک مدت سے نبی کے ظہور کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے نبیوں نے انہیں بشارت دی تھی کہ یہواہ ایک مسیحا نازل فرمائے گا کہ دنیا کی بادشاہت اس کی ہو گی۔ اس کے آنے سے دلود کی سلطنت بحال ہو جائے گی اور یروشلم دنیا میں خدا کا دارالحکومت بن جائے

گا(۵۱۸)

نبی اکرم ﷺ سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بطور نبی ظہور پر یہودیوں نے ان کو اپنے مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کرنا چاہا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے مفادات حاصل نہیں ہوسکتے تو وہ ان کی جان کے درپے ہوگئے۔ یہود ہیکل سلیمان میں سالہاسال سے اپنے نجات دہندہ مسیحا اور بادشاہ کیلئے رو رو کے دعائیں کیا کرتے تھے۔ اپنے مسیحا کے انتظار میں ستاروں کی رفتار دیکھتے تھے۔ بھوک اور پیاس کے عالم میں غاروں میں رہ کر گڑگڑاتے اور اپنے نجات دہندہ کیلئے التجائیں کرتے تھے۔ لیکن یہی یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوجاتے ہیں۔ رومی حکمرانوں سے درخواستیں کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کو صلیب دے دیا جائے۔(۵۱۹)

اپنے زعم میں حضرت مسیح علیہ السلام کو "صلیب" دینے کے بعد یہودی ایک مرتبہ پھر اپنے "مسیحا" اور "نجات دہندہ" کے انتظار میں لگ گئے۔ انہیں ایسے مسیحا کی تلاش تھی جو ان کی کھوئی ہوئی سلطنت انہیں واپس دلائے۔ یروشلم کو آزاد کرائے اور ساری دنیا پر یہودیوں کی بادشاہت قائم کردے۔ وہ اپنے مسیحا کا اتنی شدت اور یقین سے انتظار کر رہے تھے کہ مدینہ کے گرد نواح میں رہنے والے یہودی اپنے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کے جواب میں کہتے:

ان نبیا مبعوث قد اظل زمانه، نتبعه فنقتلكم معه قتل عاد وارم(۵۲۰)

ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کے مبعث ہونے کازمانہ آگیا ہے۔ ہم اس نبی کی اتباع و پیروی کریں گے۔ اور اس کے ساتھ مل کر قوم عاد اور قوم ارم کی مانند تمہیں قتل کریں گے۔

لیکن جب نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو دوسرے قبائل نے اسلام قبول کرلیا۔ وہ اس سعادت کو حاصل کرنے میں یہود سے سبقت لے گئے اور بدبختی و نامرادی یہود کے حصہ میں آئی۔ یہود کو پیغمبر اسلام ﷺ کے برحق ہونے کا علم تھا لیکن انہیں یہ افسوس تھا کہ اس آخری نبی کا ظہور بنی اسرائیل میں کیوں نہ ہوا۔ بنی ہاشم میں کیوں ہوگیا۔ جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت اور تعلیمات کو اپنی منصوبہ بندیوں کے خلاف پایا تو انہوں نے آپ کی مخالفت شروع کردی۔ وہ دشمنی اور تعصب میں اس حد تک آگے نکل گئے تھے کہ جب ان سے پوچھا جاتا کہ وہ بت پرستی یا اسلام میں سے کس کو ترجیح دیتے ہیں تو

وہ یہی جواب دیتے کہ وہ بت پرستی کو اس کی تمام تر برائیوں کے باوجود دین محمدی سے بہتر سمجھتے ہیں۔(۵۲۱)

حالانکہ یہودیوں کو ان کے خداوند نے حکم دیا تھا:

"تم اپنے لئے بت نہ بنانا اور نہ کوئی تراشی ہوئی مورت یا لاٹ اپنے لئے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہ دار پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو۔ اس لئے کہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں"(۵۲۲)

یہود نے نبی اکرم ﷺ کی کس طرح مخالفت کی اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف کس طرح اور کتنی گھناؤنی سازشیں کیں اور اب بھی ان کے کیا عزائم ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم ان چیزوں کو یہاں قلم بند کرنے سے قاصر ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو (حوالہ نمبر ۵۲۳ تا ۵۳۴)

اسلام سے ملنے والی شکست و ہزیمت

جنگ موتہ کے بعد رومی سلطنت نے ریاست مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ عرب کے عیسائیوں نے غلط طور پر ہرقل کو لکھا کہ محمد (ﷺ) کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ بھی لکھا کہ عرب میں سخت قحط ہے اور لوگ قحط کی وجہ سے بھوکوں مر رہے ہیں۔ ہرقل نے چالیس ہزار فوج روانہ کی۔ اس کے مقابلہ میں نبی اکرم ﷺ نے تیس ہزار کا لشکر تیار کیا۔ اس دوران شام کا عیسائی غسانی حکمران خاندان خطۂ عرب میں مسلسل ریشہ دوانیاں کرتا رہا۔ ۹ھ/۶۳۵ء کو غزوۂ تبوک پیش آیا۔ ایلہ، جربا اور اذرح کے عیسائی حکمرانوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ دومۃ الجندل کے حکمران اکیدر کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے نبی اکرم ﷺ کے حکم پر گرفتار کر لیا۔ وہ خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امان پائی (۵۳۵)

خلافت راشدہ اور خاص کر حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں روم، حیرہ، یمن، شام اور مصر وغیرہ ممالک اسلامی ریاست کا حصہ بن گئے جہاں کئی صدیوں سے مسیحیت حکمران تھی۔ حتیٰ کہ قسطنطنیہ جو کہ مسیحیت کا مرکز تھا، اسلامی سلطنت کی سرحدیں وہاں تک پھیل گئیں۔ اسلامی افواج کے ہاتھوں ملنے والی یہ شکست و ہزیمت مسیحیوں کو بھولتی نہیں ہوگی۔ مفتوح قوم میں فاتح قوم کے خلاف معاندانہ جذبات پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

صلیبی جنگیں

مسلمانوں اور مسیحیوں کے مابین ہونے والی صلیبی جنگوں کا آغاز مسیحیوں کی جانب سے مسلمانوں پر حملہ سے ہوا تھا۔ پہلا صلیبی حملہ ۴۸۹ھ میں مسلمانوں پر ہوا۔ یہ جنگیں ۴۸۹ھ سے ۶۶۲ھ تک جاری رہیں۔ یورپ کے چند بادشاہوں نے مسلمان حکمرانوں کے باہمی جھگڑوں اور ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر حملہ کردیا۔ ان جنگوں کو صلیبی جنگیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ مسیحی افواج کے سپاہی اپنے سینوں پر سرخ رنگ کی صلیب باندھدتے تھے(۵۳۶) یوں ان جنگوں کا خالص مذہبی رنگ دیا گیا۔ مسیحیوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرنے کیلئے مذہبی شعائر وعلامات مثلاً صلیب وغیرہ کو فوجی نشان کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اس کے علاوہ صلیبی سپاہیوں کو پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات کے بارے میں غلط معلومات فراہم کر کے ان کے ذہنوں میں مسلمانوں کے نبی کی شخصیت کے متعلق باطل تصویر قائم کی جاتی انہیں بتایا جاتا کہ مسلمان محمد(ﷺ) کا بت بوجتے ہیں۔ اور مرض الموت میں حضور اکرم ﷺ کو خنزیروں نے کھالیا تھا (نعوذ باللہ)(۵۳۷) یوں ایک تو نبی اکرم ﷺ کی ذات مطہر کے بارے میں نازیبا باتیں کی جاتیں اور دوسرے صلیبی سپاہیوں کے ذہنوں سے مسلمانوں کے مضبوط عقیدے اور اپنے نبی سے محبت سے متعلق پیدا ہونے والے تصورات کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی تاکہ صلیبی سپاہی مسلم افواج سے خوفزدہ نہ ہوں۔

ان صلیبی جنگوں میں صلیبی افواج کا ہدف نبی اکرم ﷺ کی ذات رہی صلیبیوں کی جانب سے چھیڑی جانے والی جنگ میں مسلمان صرف صلیبیوں سے لڑتے تھے اور خاص طور پر سلطان صلاح الدین ایوبی نے مسیحی سپہ سالاروں کے ساتھ جو جنگی حسن سلوک کیا وہ تاریخ کا درخشاں اثاثہ ہیں لیکن مسیحی افواج نے مسلمانوں سے لڑنے کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام کی توہین کرنے کا کوئی موقع ضائع نہ کیا۔ ۱۱۸۶ء میں صلیبی افواج کو یروشلم پر فتح ہوئی تو ایک لاطینی سردار گائی دی لیگ نان حکمران بنا۔ اور شاتلان کے رئیس رجنالڈ نے اردن کے قریب کارک کے مقام پر اپنی جداگانہ حکومت کا اعلان کیا۔ اس نے لاطینی بادشاہ اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے صلح نامہ کی مسلسل خلاف ورزی کی۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ سرزمین

عرب پر حملہ کرے گا اور مدینہ میں شتر سوار (نعوذ باللہ) کی قبر مسمار کر کے کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا۔ اس ذلیل مقصد کیلئے اس نے اپنا بیڑہ بحیرہ احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ روانہ کیا۔ الحورا کے مقام پر رک کر یہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں مصری افواج کے ایک دستہ نے اس کا مقابلہ کیا اور کشتوں کے پشتے لگادیے۔ رجنالڈ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا (۵۳۸)

تیسری صدی ہجری/نویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے اندلس پر بھی اسلامی سلطنت کا پرچم لہرادیا۔ وہاں تقریباً نو سو سال مسلمانوں نے حکومت کی۔ ان کے دور میں تہذیب و تمدن میں ترقی کے اعتبار سے اندلس اپنے عروج کو پہنچ گیا تھا۔

اندلس کے ''مسیحی شہداء اور ''اولیاء''

اندلس میں مسلمانوں کے زیرِ عہد حکومت میں مقامی مسیحی باشندوں کی طرف سے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں ارتکاب توھین کے متعدد واقعات رونما ہوئے۔ توھین رسالت کے مجرم کو کلیسا کی طرف سے ''ولی'' قرار دیاجاتا اور سزائے موت پانے والا مجرم کو ''مسیحی شہید'' کے خطاب سے نوازاجاتا تھا۔ ڈوزی لکھتا ہے کہ کلیسا کی طرف سے مسیحی نوجوانوں کو اس اقدام پر آمادہ کیاجاتا کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی توھین کرکے ''شہادت'' کا درجہ حاصل کریں۔ ''مسیحی شہید'' بننے کے جنون میں بہت سے مسیحی باشندوں نے پیغمبر اسلام کی توھین کی۔ اس جنون میں مبتلا مسیحیوں کے یہ گروہ دو متعصب پادریوں کے زیر اثر تھے جن میں سے ایک کا نام یولو جیوس تھا اور دوسرے کا نام الوارد تھا۔ (۵۳۹)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے حوالہ نمبر ۵۴۰ تا ۵۴۶)

ایک سوال پریشان کرتا ہے کہ اندلس کے مسیحی باشندے پیغمبر اسلام ﷺ کی توھین کے ارتکاب میں اتنے جنونی کیوں تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ریاستی قوانین کے تحت توھین رسالت کے جرم کی سزا موت ہے۔ وہ اپنے سامنے کئی مجرموں کو سزائے موت ملتی دیکھتے لیکن اس کے باوجود وہ ''مسیحی شہید'' بننے اور ''شاہ ولایت'' کے مقام پر فائز ہونے کیلئے مسلمانوں کے نبی ﷺ پر سب و شتم کرتے۔

کیا اندلس کے مسلمان حکمرانوں نے مسیحی رعایا پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے؟ کیا انہیں شہری حقوق سے محروم کیا ہوا تھا۔ گر ایسا تھا تو وہ حکمرانوں کے خلاف احتجاج کرتے۔ ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے۔ مسلمانوں کو برا بھلا کہتے۔ انہوں نے مسلمانوں کے پیغمبر کو گالیاں کیوں دیں۔

کیا مسلمان مسیحیوں کے یسوع مسیح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیتے تھے جس کے جواب میں انہوں نے مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کیا اور جان کی پرواہ نہ کی۔

جہاں تک آخری سوال کا تعلق ہے، مؤرخین کوئی ایک واقعہ بھی بطور ثبوت پیش نہیں کرسکتے کہ مسلمانوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شان اقدس میں (نعوذ باللہ) گستاخی کی ہو۔ ایسا کرنا مسلمانوں کے بنیادی عقائد وایمان کے منافی ہے۔ مسلمان تو حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ کے پیغمبر مانتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام نبیوں اور رسولوں کے مبارک ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" کا اضافہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے قرآن میں نبی اکرم کا اسم مبارک "محمد" صرف چار مرتبہ (۵۴۷) اور "احمد" صرف ایک مرتبہ (۵۴۸) آیا ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مبارک قرآن مجید میں ۲۵ مرتبہ آیا ہے۔ (۵۴۹) اس قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم نہیں دی کہ وہ اللہ کے پیغمبروں اور دوسرے مذہبوں کے معبودوں کو گالیاں دیں۔ ارشاد ربانی ہے:

ولاتسبوالذین یدعون من دون اللہ فیسبوااللہ عدوا بغیر علم. کذلک زینا لکل امۃ عملھم ثم الی ربھم مرجعھم فینبئھم بما کانوا یعملون (۵۵۰)

اور (اے مسلمانو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لئے اس کے عمل کو خوش نما بنا دیا ہے۔ پھر انہیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ انہیں بتادے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔

حوالہ کیلئے دیکھیے نمبر ۵۵۱ تا ۵۵۳)

اندلس کی غیر مسلم رعایا بھی اپنے ہر قسم کے حقوق سے مستفید ہوتی تھی۔ لین پول کہتا ہے:

مسیحیوں کی حالت اس قدر متزلزل اور مبتذل تو ہرگز نہ تھی کہ وہ اپنے مذہب کا استحکام و محافظت ضروری خیال کرتے کیونکہ مسلمان ان کے ساتھ بڑی مہر و محبت سے پیش آتے تھے۔ مذہبی فرائض ادا کرنے میں ان کو کما حقہ آزادی حاصل تھی۔ کوئی امر خارج نہ تھا۔ اور وہ خود بھی اپنے ہمسر مسلمانوں کی طرح حرفت و تجارت سے بے تکلف بہرہ مند ہوتے تھے۔ نبوی جاہ و جلال کے اسباب فراہم رکھتے تھے(۵۵۴)

ڈوزی نے کہا ہے:

قرطبہ کے مسیحیوں میں بالخصوص ان کے تعلیم یافتہ لوگ بکثرت ایسے تھے جن کو اپنی قسمت سے کوئی شکایت نہ تھی۔ ان پر کسی قسم کا کوئی ظلم نہ تھا۔ اپنے مذہب کی پابندی کی ان کو قطعی اجازت ملی ہوئی تھی۔(۵۵۵)

غیر مسلم مؤرخین کی شہادتیں ثابت کرتی ہیں کہ اندلسی مسیحیوں کو مذہبی اور شہری حقوق حاصل تھے اور انہیں اپنی قسمت سے کوئی شکایت نہ تھی۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کا ارتکاب کر کے "شہید" بننے اور "شاہ ولایت" کا درجہ حاصل کرنے والے جنونیوں کی تحریک عوامی نہیں تھی بلکہ چند متعصب پادریوں نے کچھ نوجوانوں کے ذہن میں غلط باتیں انڈیلیں، ان کے مذہبی جذبات پر تعصبات کا تیل چھڑک کر انہیں بھڑکایا اور "امر حق" کے لئے جان دینے کیلئے تیار کیا۔ پادریوں نے مسیحی نوجوانوں کو ورغلانے کی یہ تحریک کیوں شروع کی۔ وہ کن اسباب کی بنا پر ایسا کرنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ لین پول تو واضح طور پر کہتا ہے کہ "جہاد" سے درجہ شہادت حاصل کرنے کا ان کو سر دست کوئی شرعی حیلہ نہ ملتا تھا۔ جبکہ رسوم و فرائض مذہبی ادا کرنے کی ان کو پوری آزادی تھی۔ انجیل کا وعظ اور درس و تدریس بے روک ٹوک کرسکتے تھے۔ اور عام مسیحی ہر طرح سے مطمئن اور آسودہ حال تھے(۵۵۶)

مسلمانوں نے کبھی ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کی تھی۔ "مسیحی شہدا" کی تحریک کا سبب مسلمانوں کا مذہب نہ تھا۔ ڈوزی کہتا ہے کہ پادریوں کی عداوت کا سبب مسلمانوں کا مذہب نہ تھا بلکہ عربوں کے خصائص تھے۔ عربوں نے ایک لطیف نفس پرستی میں خوش اخلاقی اور بشاشت کو آمیز کر رکھا تھا۔ پادریوں کو ان کی یہ ادا زہر معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ترک دنیا، نفس کشی اور جسم کو ایذائیں پہنچا کر

گناہوں کے کفارے کی طرف اپنے دلوں کو رجوع کیا تھا (۷۵۵)لہذا عادات وخصائص کا اختلاف - مذہبی عداوت کا باعث بنا- جو پادریوں کو پیغمبر اسلام ﷺ کی توھین جیسی انتہاتک لے گیا-

جاہل مسلمانوں کی جانب سے دوسرے مذہب کی توھین پر ردعمل

البتہ ایک بات اندلس کے پادریوں کی حمایت میں جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو بعض بازاری آدمیوں اور شریر لڑکوں کی جانب سے ستایاجاتا تھا- اس کی نشاندھی بھی لین پول اورڈوزی کرتے ھیں- ان دونوں مؤرخین نے اندلسی مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری اور غیر مسلم رعایا کے ساتھ مذہبی آزادی کو فراخ دلی سے بیان کیا ہے اس لئے ان کے بیان میں کسی شک یا تعصب اور جانبداری کی گنجائش نظر نہیں آتی- وہ دونوں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اعلی طبقہ کے مسلمان اتنے روشن خیال اور تربیت یافتہ تھے کہ وہ کسی مسیحی کی اس کے مذہب کی بنا پر توھین نہیں کرتے تھے- لیکن عوام الناس جیسا کہ ہر جگہ حال ہے اس بارے میں ناگوار حرکتیں کرتے تھے- جہاں کوئی پادری راستہ میں آتا دکھائی دیتا وہ فوراً آوازے کستے کہ دیکھو وہ احمد جارہا ہے یا کوئی مذاقیہ گیت جس کے آخر میں صلیب کی طنز آمیز تعریف ہوتی تھی ، گانے لگتے- بعض اوقات بازاروں کے شریر لڑکے ان کو پتھر مارتے- جب کسی مسیحی کا جنازہ گزرتا توراہ گیروں کی زبان سے پادریوں کو یہ فقرہ سننا پڑتا کہ خدا ان پادریوں پر رحم نہ کرے- کبھی کبھی جنازے کے ساتھ جانے والوں پر کیچڑ اور مٹی پھینکی جاتی- جب اوقات مقررہ پر گرجا کا گھنٹہ بجایا جاتا تو مسلمان سرہلا کرکہتے کہ یہ مسیحی کیسے بے وقوف ہیں- پادریوں کی جھوٹی باتوں پر یقین رکھنے میں مسیحی کیسی سخت حماقت کرتے ہیں- ان بے قوفوں کو دھوکا دینے والوں پر خدا کی لعنت ہو- جب پادریوں کی عزت نفس مجروح ہوئی تو چند راہب چند پادری اور کچھ معمولی مسیحی کمر بستہ ہوگئے کہ چپ بیٹھ کر اب تکلیفیں نہ اٹھائیں گے- لہذا انھوں نے قرطبہ میں " مسیحی شہید "بننے کا فیصلہ کرلیا- کیونکہ قرطبہ دارالحکومت تھا جہاں وہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی ہمت نہ کرسکتے تھے- پادری اس کلام کو توجہ کے ساتھ پڑھتے کہ " مسیح کے چیدہ لوگوں میں وہی شمار کیے جائیں گے جو عمداً شہادت حاصل کرنے کیلئے ساپنے آپ کو پیش کریں گے درآنحالیکہ اس

وقت چھپ بیٹھنا ان کیلئے قابل الزام نہ ہوگا" (۵۵۸)

ڈوزی اور لین پول کے مندرجہ بالا بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے یہی نظر آتا ہے کہ اندلس میں محکوم رعایا کے ہاتھوں توھین رسالت اور "مسیحی شہید" بننے کا ایک سبب حکمران قوم کے عام افراد کی جانب سے پادریوں کی توھین و تذلیل بھی تھا اور یہ قابل افسوس واقعہ ہے۔ مسلمان جہاں کہیں بھی گئے انہوں نے وہاں کی محکوم اقوام کی تحقیر و تذلیل نہیں کی۔ اسلام اپنے پیرو کاروں کو یہ تقلین کرتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو گالی مت دو کہیں ایسا نہ ہو وہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ (۵۵۹) اندلس کے حکمرانوں کو بھی ان واقعات کا نوٹس لینا چاہیے تھا۔ نقص امن عامہ اور ہتک عزت کے حوالے سے ایسے افراد کے خلاف کاروائی کرنی چاہیے تھی۔ جو راہ چلتے پادریوں پر آوزے کستے اور جنازوں پر کیچڑ پھینکتے ۔ پادری شہری قانون کے تحت عدالتوں کی طرف رجوع کر کے تحفظ حاصل کرسکتے تھے۔ لیکن انہوں نے انتہائی اقدام اٹھایا۔ بعض مسلمانوں کی طرف سے ستائے جانے کی بنا پر ان مسلمانوں کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کی بجائے انہوں نے مسلمانوں کے مذہب اسلام اور رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کرنا شروع کردیا۔ اور جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا، انہوں نے جہالت کی بنا پر اسلام اور رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیں۔ ایک مسلمان کیلئے کسی دوسرے مذہب کو گالی دینا تو دور کی بات ہے حضرت عمرؓ نے بڑے بڑے پادریوں کی پیشکش کے باوجود بیت المقدس کے بڑے گرجا میں نماز ادا نہ کی کہ کہیں بعد میں مسلمان اس واقعہ کی رعایت سے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر قبضے نہ کرلیں۔ یہ واقعہ ۸ھ کا ہے جب بیت المقدس فتح ہوا تھا۔ اور رومیوں کی درخواست پر حضرت عمرؓ خود مدینہ سے بیت المقدس پہنچے تاکہ صلح نامہ پر دستخط فرمائیں۔ سندھ میں راجہ داھر کو شکست دینے کے بعد محمد بن قاسم نے حکومت قائم کی۔ اس کے عہد میں سندھ کی ہندو رعایا مسلمان حکمران کے حسن سلوک سے اتنی متاثر ہوئی کہ محمد بن قاسم کے سندھ سے واپس چلے جانے کے بعد مقامی ہندوؤں نے اس کے بت بنا کر اظہار عقیدت کیا۔

سیرت نبوی ﷺ سے ناواقفیت اور خود ساختہ باطل عقائد

اندلس کے پادریوں نے پیسمبر اسلام ﷺ کی سیرت طیبہ کے متعلق صحیح معلومات جاننے کی کوشش نہ کی۔ حالانکہ ان کے درمیان مسلمان رہتے تھے۔ لیکن عربوں سے چڑ اور عداوت نے انہیں تحقیق کرنے سے باز رکھا۔ ڈوزی کے بقول مسلمانوں کے پیغمبر اسلام اور ان کی تعلیم کے متعلق پادریوں نے اپنے دماغ میں نہایت بےہودہ اور غلط خیالات بھر لئے تھے۔ پیغمبر ﷺ اور ان کی تعلیم کی اصلی کیفیت سے آگاہ ہونا ان کیلئے مشکل نہ تھا۔ لیکن جہالت اتنی تھی کہ خود مسلمانوں سے جو ان کے ہمسایہ تھے ان باتوں کی تحقیق کرنے کی انہوں نے مطلق پرواہ نہ کی۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ یولوجیوس جو اس زمانے کے پادریوں میں بڑا صاحب علم وفضل مانا جاتا تھا عربی مضامین کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ اگرچہ وہ عربی میں کتب تواریخ پڑھنے کی پوری استعداد رکھتا تھا (۵۶۰)

اندلس میں جن پادریوں نے عربوں سے دشمنی میں توھین رسالت کا ارتکاب کرنے کیلئے سادہ لوح مسیحی نوجوانوں کو ورغلایا۔ انہوں نے مسیحیت کی کوئی خدمت نہیں کی۔ مسیحوں کو اسلام سے بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ اندلس میں انہیں تمام مذہبی حقوق حاصل تھے، وہ شہری حقوق سے مستفید ہوتے تھے۔ انہیں اگر کوئی قلق اور افسوس ہوسکتا تھا تو وہ صرف یہ کہ ایک غیر قوم کے وہ محکوم تھے۔ محکوم قوم ہوتے ہوئے وہ اپنے غیر قوم سے تعلق رکھنے والوں کے خلاف نفرت کے اظہار کیلئے کوئی اور راستہ اختیار کرسکتے تھے۔ لیکن انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات کو ہی اپنا ہدف بنایا کیونکہ غیر مسلم قومیں جانتی ہیں کہ مسلمان دلوں میں اپنے پیغمبر کیلئے کتنی زیادہ عقیدت رکھتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو مشتعل کرنے کیلئے ان کے پیغمبر ﷺ پر تنقید کی گئی۔ ورنہ بقول لین پول بجز اپنی قدیم موروثی سلطنت کے انہیں کسی اور چیز کی آرزو باقی نہ رہی تھی اور چونکہ اس آرزو کا پورا ہونا فی الحال ممکن نہ تھا لہذا مناسب تھا کہ ہنسی خوشی رہتے اور ایسی سلیم الطبع اور روادار حکومت کی رضاجوئی کرکے ہر طرح مستفید ہوتے۔ (۵۶۱)

حاکم قوم سے محکوم قوم کا عناد

الحاکم بامر اللہ جیسی انگلیوں پر گنی جانے والی چند مثالوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کی تاریخ کو یہ ناز ہے کہ وہ دنیا کے جس خطے میں بھی گئے انہوں نے غیر مذہب قوموں کے ساتھ مذہبی رواداری برتی، ان کے ساتھ اتنا حسن سلوک کیا کہ شائد ان کے اپنے حکمران بھی ایسا نہ کرتے۔ لیکن اس کے باوجود محکوم قومیں اپنے غیر قوم حکمرانوں کے خلاف نفرت کے جذبات رکھتی ہیں۔ اور یہ عناد اتنا شدید ہوتا ہے۔ غیر قوم حکمرانوں کے چلے جانے کے بعد بھی نفرت کے یہ جذبات باقی رہتے ہیں۔ جن کا اظہار محکوم قوم کے متعصب طبقہ کی طرف سے وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔

برصغیر ہند پر مسلمان محمد بن قاسم کی آمد سے لے کر آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی انگریزوں کے ہاتھوں معزولی تک تقریباً ایک ہزار سال پر محیط مسلمانوں کا عہد حکمرانی ہے۔ اس کے بعد انگریزوں نے برصغیر پر بلاشرکت غیرے حکومت کی۔ وہ یہاں کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ مسلمان اور ہندو دونوں باہر سے آنے والی انگریز قوم کے غلام تھے۔ لیکن ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور عداوت بدستور موجود تھی۔ ہندوؤں کی طرف سے اسلام، نبی اکرم ﷺ، قرآن اور اسلام کی تعلیمات پر بلا اشتعال حملے کیے گئے۔ جن کا ایک مقصد مسلمانوں کے خلاف اظہار نفرت تھا۔ اور دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ ہندو قوم کے افراد کو اسلام اور پیغمبر اور مسلمانوں سے بدظن کیا جائے تاکہ وہ اسلام کی طرف مائل نہ ہوں اور ہندومت چھوڑ کر مسلمان نہ بنیں۔ اگرچہ مسلمانوں کے عہد حکمرانی کے مقابلے میں انگریزوں کی غلامی کے زمانہ میں ہندوؤں کے اسلام قبول کرنے کے واقعات بہت کم ہو گئے تھے لیکن ہندو دانشور اپنے دھرم کے کمزور پہلوؤں سے آگاہ تھے اور اس کی حفاظت کا ایک طریقہ ان کے نزدیک یہ تھا کہ اپنے دھرم کی اصلاح کرنے کی بجائے اسلام پر حملے کیے جائیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن مجید کا مذاق اڑایا جائے تاکہ ہندو دھرم کے طبقاتی امتیازات سے ستائے ہوئے افراد مثلاً شودر وغیرہ کے دلوں میں اسلام کی عقیدت پیدا نہ ہو سکے۔

ہندومت کے ایک مشہور رشی سوامی دیانند نے "ستیارتھ پرکاش" نامی ایک کتاب

لکھی۔ جس میں اس نے خدا اور رسول اللہ ﷺ کی توھین کی اور قرآن کی تعلیمات کا مذاق اڑایا۔ اس کتاب کے لکھنے کے لئے کوئی وجہ اشتعمال نہیں تھی۔ کسی مسلمان نے سوامی دیانند یا اس کے دھرم کے خلاف نہ کچھ کہا تھا اور نہ لکھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے پیٹ میں "مروڑ" اٹھا اور اس نے "ستیارتھ پرکاش" لکھی۔ اس کتاب میں اللہ تعالی، نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے بارے میں جو گستاخانہ زبان استعمال کی عام انسانی شرافت بھی اس نوک قلم پر لانے کی اجازت نہیں دیتی۔

حوالہ جات

۳۴۷- روزنامہ جنگ لاہور ۲۷ فروری ۱۹۹۶ء

۳۴۸- ابن حجر، فتح الباری، ج:۱۲ ص:۲۸۱- ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص:۲۹۸
الکاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع- ایچ ایم سعید کمپنی کراچی پاکستان ۱۴۰۰ھ ج:۲ ص:۱۳۱، قاضی عیاض- الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج:۲ ص:۲۶۳- ابن حزم- المحلی- ج:۱۱ ص:۴۱۵

۳۴۹- ابن حجر، فتح الباری، ج:۱۲ ص:۲۸۱- ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص:۵، ۹، ۳۰۹، ۳۲۶، قاضی عیاض- الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج:۲ ص:۲۶۳-

۳۵۰- البخاری، صحیح بخاری کتاب استتابۃ المرتدین ج:۳ ص:۶۷۵

۳۵۱- ابن حزم، المحلی- ج:۱۱ ص:۴۱۶

۳۵۲- حوالہ بالا

۳۵۳- عبدالرزاق، المصنف ج:۵ ص:۳۰۷

۳۵۴- البخاری، صحیح بخاری، کتاب المغازی ج:۲ ص:۵۲۸ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم- کتاب الجہاد والسیر- ج:۵ ص:۸۰

۳۵۵- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ج:۲ ص:۲۸

۳۵۶- البخاری، صحیح بخاری، کتاب المغازی ج:۲ ص:۵۳۰
ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ- القسم الثانی ص:۲۷۳

۳۵۷- سنن ابوداؤد، مترجم اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور ۱۹۸۳ء ج:۳ ص:۳۵۶

۳۵۸- حوالہ بالا ج:۳ ص:۳۵۵

۳۵۹- ابن الطلاع، اقضیۃ الرسول ﷺ ص:۱۳۷

۳۶۰- الطبری، تاریخ طبری- ج:۲ ص:۱۶۸

۳۶۱- ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص:۱۹۶

۳۶۲- نیل الاوطار ج:۷ ص:۳۸۰-

۳۶۳- نیل الاوطار ج:۷ ص:۳۸۰ ابن حزم، المحلی- ج:۱۱ ص:۴۱۶

۳۶۴- سورۃ الانبیاء آیت:۳۵

۳۶۵۔ سورۃ الزمر آیت: ۳۰

۳۶۶۔ ابن حزم، المحلی۔ ج: ۱۱ ص: ۴۱۶

۳۶۷۔ حوالہ بالاج: ۱۱ ص: ۴۱۷

۳۶۸۔ سورۃ التوبۃ/البراءۃ آیت: ۱

۳۶۹۔ سورۃ التوبۃ/البراءۃ آیت: ۳ اور ۴

۳۷۰۔ سورۃ التوبۃ/البراءۃ آیت: ۷

۳۷۱۔ سورۃ التوبۃ/البراءۃ آیت: ۱۱ اور ۱۲

۳۷۲۔ ابن قیم۔ زاد المعاد۔ ج ۳ ص: ۲۵۸

۳۷۳۔ حوالہ بالا

۳۷۴۔ ابن الھمام۔ فتح القدیر ج: ۵ ص: ۳۰۳

۳۷۵۔ الاشباہ والنظائر ج: ۱ ص: ۲۸۹۔ ابن حجر۔ فتح الباری ج: ۱۲ ص: ۲۸۱

۳۷۶۔ سورۃ التوبۃ آیت: ۵

۳۷۷۔ سورۃ التوبۃ آیت: ۱۱

۳۷۸۔ ابن ماجہ۔ سنن ابن ماجہ۔ کتاب الطلاق۔ ج: ۲ ص: ۹۸

۳۷۹۔ البخاری، صحیح بخاری، کتاب الطلاق ج: ۳ ص: ۱۳۸

۳۸۰۔ المجموع شرح المھذب۔ ج: ۱۹ ص: ۲۲۳

۳۸۱۔ ابن قدامہ۔ المغنی۔ ج: ۸ ص: ۱۳۶

۳۸۲۔ الخرشی ج: ۸ ص: ۱

۳۸۳۔ البخاری، صحیح بخاری، کتاب الطلاق ج: ۳ ص: ۱۳۸

۳۸۴۔ ابن نجیم۔ البحر الرائق: ۵ ص: ۱۲۶۔ قاضی عیاض۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج: ۲ ص: ۲۳۱۔

۳۸۵۔ الخرشی۔ ج: ۸ ص: ۱۷۔ قاضی عیاض۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج: ۲ ص: ۲۳۱۔

۳۸۶۔ ابن کثیر۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج: ۲ ص: ۵۸۷

۳۸۷۔ سورۃ النحل ص: ۱۰۶

۳۸۸۔ قاضی عیاض۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج: ۲ ص: ۲۳۱۔

۳۸۹۔ المجموع شرح المھذب ج: ۱۹ ص: ۲۲۵

A-۳۸۹۔ سورۃ الاحزاب۔ آیت: ۵

B-۳۸۹۔ صحیح بخاری کتاب الوحی ج: ۱ ص: ۸۱

C-۳۸۹- صحیح مسلم کتاب المساجد ج: ۲ ص: ۱۹۷

۳۹۰- ابن ماجہ- سنن ابن ماجہ- کتاب الحدود- ج: ۲ ص: ۲۸۱

۳۹۰- ابن نجیم- الاشباہ والنظائر ج: ۲ ص: ۱۶۱

۳۹۱- قاضی عیاض- الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج: ۲ ص: ۲۳۵-

۳۹۲- حوالہ بالا ج: ۲ ص: ۲۳۶

۳۹۳- حوالہ بالا ج: ۲ ص: ۲۳۷

۳۹۴- حوالہ بالا ج: ۲ ص: ۲۴۳

۳۹۵- حوالہ بالا ج: ۲ ص: ۲۳۹

۳۹۶- حوالہ بالا ج: ۲ ص: ۲۴۰

۳۹۷- حوالہ بالا ج: ۲ ص: ۲۴۰، ۲۴۱

۳۹۸- حوالہ بالا ج: ۲ ص: ۲۴۱

۳۹۹- المجموع شرح المھذب: ج: ۱۹ ص: ۲۳۴

۴۰۰- سورۃ النساء آیت: ۶۵

۴۰۱- سورۃ النساء آیت: ۶۶

۴۰۲- ابن قیم- زاد المعاد- ج: ۳ ص: ۵۰۶، ۵۰۷- نیل الاوطار ج: ۷ ص: ۳۸۱

۴۰۳- ابن حجر- فتح الباری ج: ۱۲ ص: ۲۹۱

۴۰۳-۱- سورۃ البقرۃ: ۲۵۳

۴۰۳-۲- سورۃ بنی اسرائیل: ۵۵

۴۰۳-۳- سورۃ البقرۃ: ۱۳۶

۴۰۳-۴- سورۃ البقرۃ: ۲۸۵

۴۰۳-۵- سورۃ آل عمران: ۸۴

۴۰۳-۶- سورۃ النساء: ۱۵۱-۱۵۰

۴۰۳-۷- سورۃ النساء: ۱۵۲

۴۰۳-۸- زاد المعاد ج: ۳ ص: ۲۵۸

۴۰۳-۹- زاد المعاد ج: ۳ ص: ۲۵۷-۲۵۸

۴۰۳-۱۰- قاضی عیاض- الشفاء ج: ۲ ص: ۳۰۲

۴۰۳-۱۱- حوالہ بالا

۴۰۳-۱۲- ابن تیمیہ- الصارم المسلول ص: ۲۱۹

۴۰۴- رشی دیانند- ستیارتھ پرکاش- مترجم چموپتی اے اے- پرکاشک- مہاشہ کرش آریہ پرتی مذھی سبھا پنجاب گورودت بھون لاہور- تیرھواں ایڈیشن ۱۹۴۶ ص:۲۹۷ خواجہ غلام الحسنین پانی پتی- سوامی دیانند اور ان کی تعلیم- اورینٹل پبلک لائبریری- پانی پت ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء (بحوالہ منوسمرتی ادھیائے ۲- شلوک ۱۱) ۲۱۳

۴۰۵- خواجہ غلام الحسنین پانی پتی- سوامی دیانند اور ان کی تعلیم ص:۲۱۳

۴۰۶- حوالہ بالاص:۲۱۴

۴۰۷- رشی دیانند- ستیارتھ پرکاش ص:۲۵۰

۴۰۸- خواجہ غلام الحسنین پانی پتی- سوامی دیانند اور ان کی تعلیم ص:۲۱۶

۴۰۹- حوالہ بالاص:۲۱۷

۴۱۰- حوالہ بالا

۴۱۱- Khursheed Warsi “The Hidden Enemies of India : the devils indisguise”. Warsi Publications 1124 P.I.B. Colony, Karachi: Pakistan,1994.

۴۱۲- حوالہ بالا Page-19

۴۱۳- مودودی، سید ابوالاعلی- الجہاد فی الاسلام- اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۷۱ء (بحوالہ منوسمرتی ۸:۲۸۲) ص:۳۷۱

۴۱۴- حوالہ بالاص:۳۷۱

۴۱۵- حوالہ بالا

۴۱۶- The Encyclopedia of Religion, Macmillon Publishing Company. N.Y.:1987. Vol.2, Page-282

۴۱۷- Halsbury’s law of England. Butterwords, London,1975. 4th ed. Vol.11 Page-576

۴۱۸- The Everyman Encyclopedia. edited by Andrew Boyle. London: Published by J.M. Dent. and Sons Ltd. and in New York by E.P.Dutton & Co.Jan.1913. Vol, Page-406.

۴۱۹- حوالہ بالا Vol.1, Page-406

۴۲۰- Peaslee, Amos J. Constitutions of Nations. Printed in Netherlands 1974. Revised 3rd ed. Vol.3, Page-1014

۴۲۱- Halsbury’s laws of England. Vol.II, Page-577

۴۲۲۔ روزنامہ جسارت کراچی۔ ۱۷ مارچ ۱۹۸۹ء

۴۲۳۔ Daily "Muslim" Islamabad. 10-4-1990

۴۲۴۔ Time International. Feb.1989

۴۲۵۔ - The Encyclopedia of America. Grolier Incorpolrated 1987. International Edition. Vol.4, Page-62 - The New Encyclopedia of Britannica. Vol.2, Page-276

۴۲۶۔ Halsbury's Laws of England. Vol.14, Page-163

۴۲۷۔ ابوالحسن علی ندوی۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص: ۲۶۱

۴۲۸۔ حوالہ بالا ص: ۲۶۴-۲۶۵

۴۲۹۔ The Encyclopedia of Religion. Vol.2, Page-241

۴۳۰۔ امیر علی، سید۔ روح اسلام ص: ۱۸۵

۴۳۱۔ The Encyclopedia of Religion. Vol.2, Page-241

۴۳۲۔ حوالہ بالاج: ۲ ص: ۲۴۱
ابوالحسن علی ندوی۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص: ۲۶۵

۴۳۳۔ حوالہ بالا ص: ۲۶۵

۴۳۴۔ افتخار، ڈاکٹر آغا، قوموں کی شکست وزوال کے اسباب کا مطالعہ۔ مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور۔ ۱۹۸۰ء ص: ۱۷۵ ص: ۱۷۷

۴۳۵۔ - The Encyclopedia of Religion.Vol.2, Page-241
- Encyclopedia of Religion and Ethics. Charles Scribner's Sons. New York: Vol.2, Page-671

۴۳۶۔ The Encyclopedia of Religion. Vol.2, Page-241

۴۳۷۔ حوالہ بالا Vol.2, Page-241

۴۳۸۔ Encyclopedia of Religion and Ethics. Vol.2, Page-67

۴۳۹۔ والہ بالا Vol.2, Page-671

۴۴۰۔ Twentieth Century Encyclopedia,1905. Page-36

۴۴۱۔ ٹائن بی۔ آرنلڈ جے۔ مطالعہ تاریخ۔ تلخیص ڈی سی سومرویل۔ مترجم غلام رسول مہر۔ مجلس ترقی ادب ۲ کلب روڈ لاہور ۱۹۶۳ء حصہ دوم ص: ۴۴

۴۴۲۔ The Encyclopedia of Religion. Vol.2, Page-242

۴۴۳۔ محمد اسلم رانا۔ المذاہب۔ ملک پارک شاہدرہ لاہور شمارہ اگست ۱۹۹۳ء ص: ۱۶

۴۴۴۔ Halsbury's Laws of England. Vol.1 Page-576

۴۴۵۔ The Everyman Encyclopedia. Vol.1, Page-407

۴۴۶۔ Vol.1, Page-407

۴۴۷۔ Twentieth Century Encyclopedia. Page-361

۴۴۸۔ عبدالقدوس ہاشمی، مولانا۔ مقالات ہاشمی۔ مرتب ثناء الحق صدیقی۔ دارالتذکیر لاہور۱۹۹۳ء، ص:۱۹۸

۴۴۹۔ - Twentieth Century Encyclodedia. Page-361
- The New Encyclopedia Britannica. Vol.2, Page-276

۴۵۰۔ Twentieth Century Encyclopedia. Page-361

۴۵۱۔ Encyclopedia of Religion and Ethics. Vol.2, Page-671

۴۵۲۔ حوالہ بالا Vol.2, Page-671

۴۵۳ Robinson, Joan. AnAmerican Legal Almanac. Oceana Publications Dobbs Ferry, New York,1978. Page-353

۴۵۴۔ حوالہ بالا Page-353

۴۵۵۔ روزنامہ مشرق لاہرو۔۸مارچ ۱۹۸۹ء

۴۵۶۔ The Encyclopedia of Religioin. Vol.2, Page-242

۴۵۷۔ حوالہ بالا Vol.2, Page-242

۴۵۸۔ المذاہب شمارہ اگست ۱۹۹۲ء، ص:۱۶
Daily "The Muslim" Islamabad. 16-2-1990

۴۵۹۔ روزنامہ جنگ لاہور ۱۱۔ ستمبر ۱۹۹۰ء (مشاہدات وتاثرات از کوثر نیازی)

۴۶۰۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۰۔مارچ ۱۹۹۳ء

۴۶۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳مارچ ۱۹۹۳ء

۴۶۲۔ - A Dictionary of Criminology. Routledge & Kegan Paul, London. Page-225
- Concise Dictionary of Law. Oxford University Press ,1984. Page-370

۴۶۳۔ The Everyman Encyclopedia. JM Dent & Sons Ltd. London: Melbourne Tronoto,1978. Vol.12, Page-30

۴۶۴۔ Halsbury's Laws of England. Vol.8, Page-581

۴۶۵- حوالہ بالا Vol.11, Page-478

۴۶۶- حوالہ بالا Treason Act 1814. Vol.11, Page-478

۴۶۷- روزنامہ نوائے وقت ۱۲- جولائی ۱۹۹۵ء

۴۶۸- Peaslee, Constitutions of Nations. Vol.3, Pages-659,848

۴۶۹- حوالہ بالا Vol.3, Page-915

۴۷۰- حوالہ بالا Vol.3, Page-812

۴۷۱- The Constitution of Pakistan 1973, Article 6.

۴۷۲- Halsbury's Laws of England. Vol.37, Page-697

۴۷۳- Encyclopedia of American Constitution. McMillan Publishing Company, New York,1986. Vol.1, Page-493

۴۷۴- P.L.D. All Pakistan Legal Decisions. Nabah Road, Lahore. 1973, Lhr.27, DLD 1973 Lhr.37

۴۷۵- D.L.D. 1973, Lhr.37

۴۷۶- Halsbury's Laws of England. Vol.28, Page-22

۴۷۷- حوالہ بالا Vopl-28, Page-5

۴۷۸- حوالہ بالا Vol.28, Page-138

۴۷۹- Srivastare, A.S. Justice. "Law of Defamation and Malacious Prosecution". Law Publishing Allahabad, India. 3rd ed. 1987. Page-11

۴۷۹-۱- روزنامہ جنگ لاہور ۱۸- جون ۱۹۹۶ء

۴۸۰- Encyclopedia of American Constitution. Vol.2, Page-741

۴۸۱- Daily "The Muslim" Islamabad. 16-2-1990

۴۸۲- روزنامہ جنگ لاہور ۱۱- ستمبر ۱۹۹۰

۴۸۳- Peaslee, Constitutions of Nations. Vol.3,Page-915

۴۸۴- روزنامہ جنگ لاہور ۶- اپریل ۱۹۹۰ء

۴۸۵- روزنامہ نوائے وقت ۶- جون ۱۹۹۵ء

۴۸۶- Daily "The Muslim" Islamabad. 27-7-1990

۴۸۷- Robinson, Joan "An American Legal Almanac". Page-357

۴۸۸- حوالہ بالاPage-357

۴۸۹- The Encyclopedia of Americanna. Vol.4, Page-62

۴۹۰- روزنامہ مشرق ۸ مارچ ۱۹۸۹ء

۴۹۱- "المذاہب" شمارہ اگست ۱۹۹۲ء ص:۱۵

۴۹۲- ہفت روز "تکبیر" کراچی ج:۱۱ شمارہ ۱۰، ۸ مارچ ۱۹۸۹ء

۴۹۳- Daily " The Muslim" Islamabad. 26-7-1990

۴۹۴- روزنامہ جنگ لاہور "مشاہدات و تاثرات از کوثر نیازی ۱۱ ستمبر ۱۹۹۰ء

۴۹۵- Daily "The Muslim" Islamabad. 16-2-1990

۴۹۶- Daily Newspaper Toranto Star. 13-15-1989

ہفت روز "تکبیر" کراچی ج:۱۱ شمارہ ۲۹ ص:۳۱، ۲۰- جولائی ۱۹۸۹ء

۴۹۷- سورۃ الفاطر:۴۳

۴۹۸- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ج:۱ ص:۲۰۰

۴۹۹- سورۃ لقمان:۲۱

۵۰۰- مودودی، سیرت سرور عالم ج:۲ ص:۵۰۰

۵۰۱- مسلم بن الحجاج- صحیح مسلم ج:۵ ص:۷۷
ابن کثیر- تفسیر ابن کثیر ج:۵ ص:۶۵۶

۵۰۲- سورۃ والضحیٰ:۱ تا ۴

۵۰۳- ابن ھشام، سیرت ابن ھشام ص:۱۷۴

۵۰۴- حوالہ بالا ص:۱۷۵

۵۰۵- سورۃ الفرقان:۵

۵۰۶- ابن ھشام، سیرت ابن ھشام ص:۱۷۸

۵۰۷- سورۃ یس:۷۸-۷۹

۵۰۸- ابن ھشام، سیرت ابن ھشام ص:۱۷۸

۵۰۹- سورۃ القلم:۱۰ تا ۱۶

۵۱۰- سیرت ابن اسحاق، شامل "نقوش" سیرت نمبر ج:۱۱ ص:۲۴۷

۵۱۱- حوالہ بالا ج:۱۱ ص:۲۰۸-۲۰۹

۵۱۲- حوالہ بالا ج:۱۱ ص:۲۴۶

۵۱۳- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ج:۱ ص:۲۰۲

۵۱۴- ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ۔ القسم الثانی ص:۵۷۷
۵۱۵- طبری، تاریخ طبری۔ ج:۲ص:۹۴، ۵۱، ۵۲
۵۱۶- حوالہ بالاج:۲ص:۹۷
۵۱۷- حوالہ بالاج:۲ص:۹۳
۵۱۸- یوسف ظفر، یہودیت، ص:۹۷ (مصنف نے عہد نامہ قدیم کی کتاب یرمیاہ " کے باب:۱۲ ۔فقرہ ۵ کا حوالہ دیا ہے۔ بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور کے تحت ۱۹۸۵ء میں شائع ہونے والی کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ " میں سے حوالہ ملاحظہ کیا گیا جو درست نہیں پایا)
۵۱۹- کتاب مقدس، یوحنا، باب ۱۹ - فقرہ ۷
۵۲۰- ابن ھشام، (تھذیب) سیرت ابن ھشام لعبد السلام ہارون۔ المجمع المحلی العربی الاسلامی بیروت لبنان ص:۱۱۵
۵۲۱- امیر علی، سید، روح اسلام ص:۱۴۸
۵۲۲- کتاب مقدس۔ احبار۔ باب ۲۶۔ فقرہ ۱
۵۲۳- ابن کثیر۔ تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۱۶۴-۱۶۵
۱۰ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ج:۱ ص:۱۷۵
۵۲۴- سورۃ البقرہ:۹۷-۹۸
۵۲۵- کتاب مقدس۔ استثناء۔ باب:۱۸ فقرات ۱۵ تا ۱۹
۵۲۶- ابن قیم -زاد المعادج:۲ص:۱۵۵
۵۲۷- حوالہ بالاج:۲ص:۱۵۶-۱۵۷
۵۲۸- حوالہ بالاج:۲ص:۱۶۰
۵۲۹- یوسف ظفر، یہودیت - ص:۱۷۵-۱۷۶
۵۳۰- حوالہ بالاص:۱۰
۵۳۵- حوالہ بالاج:۱ص:۵۲۰-۵۲۱
۵۳۶- زاھد علی، ڈاکٹر، تاریخ فاطمین مصر، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی ۱۹۷۳ء ج:۱ ص:۳۳۰
۵۳۷- یوسف ظفر، یہودیت - ص:۱۶۷
۵۳۸- یوسف ظفر، یہودیت - ص:۱۷۳
۵۳۹- ڈوزی، لائن ہارٹ، پروفیسر، عبرت نامہ اندلس - مترجم مولوی عنایت اللہ بستان ادب ۱۹۹ سرکلر روڈ لاہور ص:۴۶۵

۵۴۰- حوالہ بالاص: ۴۷۶تا۴۷۶

۵۴۱- لین پول، اسٹینلے، مسلمان اندلس میں، "مورس ان اسپین" مترجم منشی حامد علی صدیقی۔
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص: ۱۳۳

۵۴۲- ڈوزی، عبرت نامہ اندلس ص: ۴۸۱

۵۴۳- لین پول، مسلمان اندلس میں ص: ۱۳۳

۵۴۴- حوالہ بالاص: ۱۳۸، ۱۳۹

۵۴۵- ڈوزی، عبرت نامہ اندلس ص:

۵۴۶- حوالہ بالاص: ۴۸۸، ڈوزی، عبرت نامہ اندلس ص: ۱۳۵

۵۴۷- سدرۃ آل عمران- سورۃ الاحزاب، سورۃ محمد، سورۃ الفتح

۵۴۸- سورۃ الصف

۵۴۹- سورۃ البقرہ میں تین مرتبہ، سورۃ آل عمران میں پانچ مرتبہ، سورۃ النساء میں تین مرتبہ،
سورۃ المائدہ میں چھ مرتبہ، سورۃ الانعام، سورۃ مریم، سورۃ الاحزاب، سورۃ الشوری، سورۃ الزخرف
اور سورۃ الحدید میں ایک ایک مرتبہ اور سورۃ الصف میں دو مرتبہ۔

۵۵۰- سورۃ الانعام: ۱۰۸

۵۵۱- لین پول، مسلمان اندلس میں، ص: ۱۳۳

۵۵۲- ٹائن بی- آرنلڈ جے، مطالعہ تاریخ (تلخیص) مترجم غلام رسول مہر مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۳ء، حصہ
دوم، ص: ۴۴

۵۵۳- واقدی، محمد بن عمر بن واقد، فتوح الشام (مترجم) مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۸ء، ص: ۱۵۵

۵۵۴- لین پول، مسلمان اندلس میں ص: ۱۲۴

۵۵۵- ڈوزی، عبرت نامہ اندلس ص: ۴۵۸

۵۵۶- لین پول، مسلمان اندلس میں ص: ۱۲۷

۵۵۷- ڈوزی، عبرت نامہ اندلس ص: ۴۶۲

۵۵۸- حوالہ بالاص: ۴۶۲تا۴۶۴،
لین پول، مسلمان اندلس میں ص: ۱۲۷

۵۵۹- سورۃ الانعام: ۱۰۸

۵۶۰- ڈوزی، عبرت نامہ اندلس ص: ۴۶۰

۵۶۱- لین پول، مسلمان اندلس میں ص: ۱۲۴-۱۲۵